DAMAGE BOOK

DAMAGE BOOK

UNIVERSAL LIBRARY
OU_226077
UNIVERSAL LIBRARY

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

حقوق العلم

از

عالیجناب اشرف العلماء افضل الفضلاء حضرت مولانا مولوی

حافظ حاجی قاری محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی

جسکو

اخبار المشیر مراد آباد مین نکلنے کے بعد ضیاء الاسلام

مین شائع کیا گیا

ابوالافضال محمد فضل حسین مالک و ایڈیٹر رسالہ ضیاء الاسلام مراد آباد

نے اپنے فضل المطابع پریس مراد آباد مین چھاپا اور شائع کیا

۲۹۸۶۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ احقر اشرف علی رقمطراز ہے کہ جس مبحث میں اسوقت لکھنا چاہتا ہوں اجمالی تعیین اسکی عنوان بالا سے ظاہر ہے اور تفصیلی تعیین اسکی یہ ہے کہ اس زمانہ میں علوم دینیہ کی طرف سے عام بے رغبتی کی جو حالت ہے اوسکے بیان کی حاجت نہیں اور سبب اوسکا تامل سے کام لینے سے دو امر معلوم ہوئی ایک کا عام لوگوں سے تعلق ہے دوسرے کا علما سے۔

امر اول عام لوگوں کی بیخبری اون تعلقات سے جو علوم دینیہ کو عام معاملات سے ہے یا اونکے وہ خیالات وشبہات ہیں جو علوم دینیہ کے نتایج واغراض یا طالبین ومحصلین علوم یا حال کے مقتدایان دین کے خاص حالات کی نسبت اونکے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں اور وقتاً فوقتاً خواہ تہذیب کے ساتھ یا مطلق العنانی کے ساتھ اونکی زبان اور قلم سے ظاہر ہوا کرتے ہیں۔

امر ثانی۔ اہل علم مشتغلین یا فارغین کے بعضے نامناسب افعال و ناموزوں اعمال ہیں جو بوجہ نقص علم یا فقدان تہذیب وتربیت بعض سے صادر ہو جاتی ہیں اور عام لوگ اونپر مطلع ہوکر بقیہ کو بھی انپر قیاس کرکے سب پر ایک حکم لگا کر اور علوم سے نفرت قایم کر لیتے ہیں یا اگر عام کو بھی ایسا نہ ہو تب بھی بعض اعمال کے خود مفاسد ایسے ہوتے ہیں جو مجموعہ میں کوئی ایسا برا اثر جو شرعاً ناپسندیدہ ہے پیدا کر دیتے ہیں۔ پس یہی وہ دو امر ہیں جن سے علوم کی جانب سے عام طور پر بے رغبتی پیدا ہوکر یوماً فیوماً علوم کی کمی اور جہل کی زیادت ہو رہی ہے جسکا

ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ بربادی آخرت کی بالذات اور بربادی دنیا کی بواسطہ جیسا کہ
ارشادات حقہ سے ثابت ہے کہ عقاید و اعمال فاسدہ سے دنیا کا بھی خسارہ ہوتا ہے
گو بوجہ فساد مدرکہ کے فی الحال محسوس نہ ہو لیکن مدرک سے کام لینے سے فوراً مدرک
ہوتا ہے کما قال اللہ تعالے اولا یرون انھم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین
ثم لا یتوبون ولا ھم یذکرون وغیر ذلک من الایات الکثیرۃ والاحا
دیث الوافرۃ (چنانچہ کسیقدر بسط کے ساتھ یہ مضمون میرے رسالہ جزاء الاعمال
میں مذکور ہوا ہے) اور اس صورت میں کون عاقل ہوگا کہ اس خسارہ دارین
کی تدارک کی ضرورت میں اوسکو کلام ہوگا اور تدارک کا حاصل ہے رفع اسباب
فساد اور اس فساد کا سبب علم کی کمی تھی اور اوسکا سبب وہ دو امر بالا تھے پس
لامحالہ ان دو امرون کا ازالہ مرجع اخیر ہوا تمام تر اصلاحات کا پس یہ تحریر مختصر
انہی دونون امر مذکور کی اصلاح کی تفصیلی تعیین ہے اوس بحث کی پس بنا بر تقریر
ہذا اس تحریر کے دو جز ہونگے ایک عام اصحاب کو اونکی ان اغلاط پر متنبہ کرنا جو
در باب علم و اہل علم اونکو واقع ہو رہی ہیں دوسرا خاص حضرات اہل علم کو اونکے
بعض امور اصلاحیہ کی طرف متوجہ کرنا جو علم و عمل کے متعلق ہیں اور چونکہ یہ سب
اصلاحات عامیہ و خاصیہ علم دین کے حقوق مہتم بالشان سے ہیں اسلئے اس تحریر کا
نام حقوق العلم اور اس کے پہلے جز کا عنوان حقوق العلم علی العوام من اہل الاسلام
(عوام اہل اسلام پر علم کے حقوق) اور دوسرے جز کا لقب حقوق العلم علی العلماء
الاعلام والطلبۃ الکرام (واجب التکریم طلبا و علماء پر علم کے حقوق) تجویز کرتا ہون
اور ان دونون جزوون کو دو باب پر پھر ہر جزو کے مجموعی مضامین کو ایک ایک
فصل پر منقسم کرتا ہون۔ محرک اسکے (کہ وہ اس حیثیت سے مستحق دعاے خیر کے
ہیں) مشفقی مکرمی منشی فضل حسین صاحب مالک و اڈیٹر رسالہ ضیاء الاسلام مرادآباد
ہیں اور سبب تحریک (کہ وہ اس حیثیت سے مستحق دعاے برکت و اعانت ہے)
اونکا ایک ہفتہ وار اخبار مسمی بہ المشیر ہے جسکا موضوع خاص علوم دینیہ کی

خدمت ہو عام اس سے کہ وہ علوم دینیہ کے کسی پہلو سے متعلق ہو جسکا سلسلہ انہوں
نے اپنے پرچہ صنبار الاسلام سے بقدر ضرورت شروع کر دیا تھا مگر تبعیتہ
اور استقلال میں ماہیتہ و اثر جو تفاوت ہے اوس نے ایک نئے پرچہ کی ضرورت
کو بھی ثابت کر دیا اور اسی ضرورت نے جو باعث اسکی تحریک کی پس امتثالاً للامر الممدوح
و احتساباً لخدمتہ للدین میں اس تحریر کو اس پرچہ کی نذر کرتا ہوں اور اس تحریر کے
ختم پر عجب نہیں کہ دوسرے مبحث کے ذریعہ سے اور کوئی خدمت دین تجویز کر کے
اس پرچہ کی نذر کر سکوں واللہ الموفق للاتمام والنفع للخواص والعوام

الباب الاول فی حقوق العلم علی العوام من اہل الاسلام

فصل پہلی۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ علم دین کا تعلق صرف نماز و روزہ سے ہی
اور اوسکے لیئے چند اردو رسایل مسایل کا یا معمولی مولویونکا وجود کافی ہی جسکے لیئے
کسی خاص اہتمام کی ضرورت نہیں اور وجہ اس سمجھنے کی یہ ہے کہ اصل میں ان صاحبوں کو
یہی خبر نہیں کہ دین کے کیا کیا اجزاء ہیں اسلیئے دین کو صرف نماز و روزہ میں منحصر سمجھ
رکھا ہی اور اول غلطی یہی ہی۔ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ دین کے اجزاء کلیہ پانچ ہیں۔
عقاید۔ عبادات۔ معاملات۔ معاشرت۔ تہذیب اخلاق یا تربیت النفس چنانچہ
دلیل و تفصیل اس دعوی کی میرے رسالہ تعلیم الدین کے خطبہ میں موجود ہے (اور
یہ رسالہ ان ہی پانچ جزو کی مختصر شرح ہی) اور جو شخص ہر وقت اپنے جمیع اقوال
و افعال و احوال کو تفصیل وار دیکھتا رہیگا اور ہر جزء سے متعلق احکام شرعیہ کی
تفتیش کی فکر میں ہوگا اوسکو معلوم ہوگا کہ نہ مختصر رسالے اوسکے لیئے کافی ہیں
اور نہ معمولی مولوی۔ اسمیں کسقدر وسعت ہی اور اوسکے ماہر کسقدر قلیل ہیں اور
کسقدر بڑی جماعت کی اور حاجت ہی جنکو اوسکا احاطہ ضرور یہ حاصل ہو۔ پھر اوس
جماعت کی تیاری کے لیئے کسقدر سامان اور اہتمام کی ضرورت ہے اور موجودہ
سامان اوس کے مقابلہ میں کتنا کم ہے۔

فصل دوسری۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مولوی بننے میں اسقدر وقت صرف ہوتا ہے کہ پھر علوم معاش کے تحصیل کی گنجایش نہیں رہتی پھر اگر علوم معاش کو حاصل نہ کیا جاوے اور اولاد کو مولوی بنایا جاوے تو پھر کہاں پہنیں کہاں سے کہاں پس اس کا انجام بجز ذلت اور پریشانی کے اور کچھ نہیں ہی اسلئے مولوی بنانا ذاتی وقومی ترقی کو مضر ہے ان صاحبوں سے اس میں چند غلطیاں ہوئی ہیں ایک یہ کہ علما کے علم دین کو ضروری کہنے کا معنے یہ سمجھے کہ ہر شخص کو پورا مولوی بنانا واجب ہے سو خوب سمجھ لیا جاوے کہ علما کا ہرگز یہ مقصود نہیں کیونکہ علم دین کا ضروری ہونا اور بات ہی اور پورا مولوی ہونا اور بات ہی علم دین کی دو مقداریں ہیں ایک مقدار یہ کہ عقاید ضروریہ کی تصحیح کی جاوے عبادات مفروضہ کے ارکان وشرایط واحکام ضروریہ معلوم ہوں معاملات ومعاشرات میں جن سے اکثر سابقہ پڑتا ہے اونکی ضروری احکام معلوم ہوں مثلاً یہ کہ نماز کن کن چیزوں سے فاسد ہوجاتی ہی کن کن صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہی اگر سفر پیش آوے کتنے سفر میں قصر ہو اگر امام کے ساتھ پوری نماز نہ ملے تو بقیہ نماز کس صورت میں کس طرح پوری کرے قضا کے کیا احکام ہیں زکوۃ کن اموال میں واجب ہی اور اوس کے ادا میں کیا کیا شرایط ہیں علی ہذا حج وصوم کے احکام اور یہ کہ نکاح کن کن عورتوں سے حرام ہے کن الفاظ سے نکاح جاتا رہتا ہی عدت و ولایت نکاح کے کیا احکام ہیں رضاع کے اثر سے کون کون رشتے حرام ہوجاتے ہیں مبادلہ اموال میں کیا کیا رعایت واجب ہے کسی جائداد یا آدمی کی اجرت ٹھیرانے میں کون کون صورتیں جایز ہیں کون ناجایز ہیں فیصلہ قضایا کا اگر یہ شخص صاحب حکومت ہے حسب قوانین شرعیہ کس طرح ہوتا ہے (گو اونکے انفاذ پر قادر نہ ہو مگر جاننا اس لئے واجب ہے کہ دوسرے فیصلوں کے حق ہونیکا اور شرعی فیصلوں کے ناحق ہونے کا اعتقاد نہ کر بیٹھے) کون کون لباس حلال ہیں

کیا کیا حرام ہیں نوکریاں کون جایز ہیں کون ناجایز ہیں اگرچہ بدقسمتی سے ناجائز ہی میں مبتلا ہو مگر علم احکام سے اوسکو قبیح تو سمجھے گا اور دو جرموں کا مرتکب تو نہ ہوگا ایک مباشرت فعل ناجائز دوسرے اوسکو ناجایز نہ سمجھنا ماکولات ومشروبات مین کیا کیا جائز ہی اور کیا کیا ناجایز ہی اسباب تفریح میں کس کا استعمال درست ہی کسکا نادرست ہے اخلاق باطنی میں محمود و مذموم کا امتیاز ہو اوسکے معالجہ کا طریق معلوم ہو مثلاً ریا وکبر وغضب وحرص وطمع وظلم وغیرذلک کی حقیقت جاننا ہو تاکہ اپنے اندر اونکا ہونا نہ ہونا معلوم ہو پھر بعد معلوم ہونیکے اونکے ازالہ کی تدبیر کر سکے اور کوتاہی پر استغفار کیا کرے یہ سب مقدار علم کی عام طور پر ضروری ہے کیونکہ بدون انکے جانے ہوئے اکثر اوقات معصیت و ناخوشی حق تعالیٰ میں مبتلا ہوگا ہم نے ان احکام سے ناواقف اور علوم معاش کے اعلیٰ درجہ کے واقف لوگوں کو سخت غلطیاں کرتے دیکھا ہی اور اس سے بڑھ کر یہ کہ متنبہ کرنے سے بھی متنبہ نہیں ہوتے کیونکہ ان علوم سے مناسبت ہی نہیں ایسے نمازیوں کو وطن میں عارضی قیام کے طور پر آنے میں قصر کرتے دیکھا ہے۔ زکوۃ چندہ حجاز ریلوے میں دیتے پایا ہے۔ روزہ میں سگرٹ پینے کو بعضے مفسد صوم نہیں سمجھتے جج بے پیسے ہوئے اور بنیان کے طور پر بنے ہوی کپڑے کو گو وہ پاجامہ کرتہ ہی ہو پہننے کو بعضے امرا نے جایز سمجھا حقیقی بھانجی کی دختر سے نکاح حلال جاننے والا میں نے دیکھا ہی چاندی سونے کے مبادلہ میں یا حبوب وغلات کے معاملہ میں یا ریلوے وڈاکخانہ کی قوانین میں بے احتیاطی کرنے کو کوئی بھی خلاف شریعت نہیں سمجھتا الا ماشاء اللہ سرکاری نرخ پر اگرچہ مالک سواری کا راضی نہ ہو جبر کرکے کسی سے کام لینے کو برا سمجھنے والے شاذونادر ہیں نوکری اور لباس اور اسباب تفریح میں تو ایسے صاحبوں کے نزدیک کوئی جزئی ممنوع ہی نہیں۔

اخلاق میں بجز تفاخر وتحقیر مسلمین وحرص دنیا کے جس کا نیا لقب اسوقت ترقی ہی

سے کیا ہی نہیں جنہوں نے بعض علوم کو فرض عین فرمایا ہی اوس بعض سے یہی
مقدار مراد ہی اور فرض عین کا یہی مطلب ہی کہ یہ سب کے لئے عام طور پر ضروری ہے
دوسری مقدار یہ ہی کہ اپنی ضرورت سے تجاوز کیکے مجموعہ قوم کی ضرورتون
پر لحاظ کرکے و نیز دوسری معترض قوموں کے شبہات سے اسلام کو جس
مضرت کے پہنچنے کا اندیشہ ہے اوس پر نظر کرکے ایک ایسا وافی ذخیرہ معلومات
دینیہ کا مع اوسکے متعلقات و لواحق و آلات دخوادم علوم کے جمع کیا جاوے
جو سابقہ ضرورتوں کے لئے کافی ہو۔

یہ مقدار فرض علی الکفایہ ہی فرض عین کا حکم یہ ہی کہ ہر ہر شخص بالانفراد اوس کا
مکلف ہی جو شخص اوس میں کوتاہی کریگا وہ گنہگار ہوگا اور فرض الکفایہ کا حکم
یہ ہی کہ اگر ہر مقام پر ایک ایسی جماعت قایم رہے کہ ان ضرورتوں کو پورا کرسکے
تو سب مسلمان گناہ سے بچے رہیں گے ورنہ سب گناہ میں شریک ہونگی اس
تقریر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ علما رعلم دین کو بایں معنے ضروری نہیں کہتے کہ
ہر شخص اصطلاحی مولوی بنے پھر علوم معاش میں حرج واقع ہونا کیونکر
لازم آیا جس کا وسوسہ عوام کو مانع ہو رہا ہی تکمیل علوم دینیہ سے۔ البتہ یہ
انتظام ہونا ضروری ہی کہ کافی تعداد میں ایک معتد بہ جماعت ایسی ہو جو ہر طرح
علوم دینیہ میں کامل مکمل محقق متبحر ہوں اور ایک بڑا حصہ عمر کا تحصیل میں اور
تمام عمر اوس کی اشاعت وخدمت میں صرف کریں اور اسکے سوا اُن کو کوئی
کام نہ ہو قرآن مجید کی اس آیت میں اس جماعت کا ذکر ہے۔ ولتکن منکم
امتہ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر
(یعنی تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونا چاہئے جو لوگون کو خیر کی طرف بلاوین
اور نیک بات کا حکم کریں اور بُری بات سے روکیں) حدیثوں میں حضرات
اصحاب صفہ کی یہی شان آئی ہی اور عام مسلمان اس جماعت سے تقریراً و
تحریراً اپنی ضروری دینی حاجتیں رفع کیا کریں اون میں جو بڑھنے کے قابل

جیسے کم عمر بچے یا وہ جو پہلے سے یا قدر ے معاش سے فارغ ہیں اون کے لئے
بہتر یہ ہے کہ اس جماعت سے سبقاً سبقاً کچھ رسالے عقائد و مسایل ابواب
مختلفہ کے پڑہ لیں کہ اس طریقہ سے تہوڑے زمانہ میں بڑا ذخیرہ معلومات کا
جمع ہوجاتا ہی پہر نئے واقعات کے متعلق وقتاً فوقتاً اوس جماعت سے پوچھتے
رہیں اور جو کسی سبب سے اس طرح پر نہیں پڑہ سکتے وہ اگر کم از کم ہفتہ میں ایک
روز گھنٹہ دو گھنٹہ نکالکر ایک معین وقت پر سب جمع ہوکر کسی سمجہدار ذی علم سے درخواست
کریں کہ وہ اون کو ایسے رسایل پڑھکر سنایا کرے اور سمجہایا کرے تو قریب
قریب فائدہ مذکورہ کے اون کو بھی حاصل ہو اور ضرورت کے وقت پوچہتے رہنا
یہ تو تمام عوام بلکہ خواص و علمار کے لئے بھی مشترک الوجوب ہی پہر ان طریقوں
سے احکام پر مطلع ہوکر زبانی یا کتاب کے ذریعہ سے اپنے اپنے گھر کی مستورات
کو پڑھاتے رہیں یا سُناتے رہیں یا بتلاتے رہیں۔

اب اس مقام پر محبین دنیا کو دو شبہوں کی گنجایش ہی ایک یہ کہ ایسی
جماعت جو ضروریات دینیہ کے لئے کافی ہے ہر جگہ موجود ہے اور سلسلہ بھی اوسکا
جاری ہی پھر یہ کیا ضرور ہی کہ ہم اپنی اولاد کو بھی اسمین مشغول کریں بلکہ مولوی
لوگ دین کی ترقی کیا کریں اور ہم اپنی اولاد کو دنیا کی ترقی کے لئے طیار کریں۔
دوسرا شبہہ یہ کہ ہم اپنی اولاد کو اگر مولوی بنائیں تو پھر یہ لوگ کھائیں کہانسے
اور یہی ہی ان صاحبوں کی دوسری اور تیسری غلطی منجملہ اُن غلطیوں کے جنکے
صدور کا دعوے اس فصل کے شروع کے مقولہ منقولہ کے جواب میں کیا گیا ہی۔

چنانچہ جواب شبہہ اول کا یہ ہی کہ خود یہ غیر مسلم ہی کہ ہر جگہ ایسی جماعت موجود
ہے ہندوستان کے علمی خطے چہوڑکر آگے بڑہ کر جو حالت ہے اوسکو ملاحظہ فرمایا
جاوے تو دو قسم کے مسلمان ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں نظر آوینگے
ایک وہ جو شہر کے شہر انگریزی میں ایسے منہمک ہیں کہ پورے شہر میں کوئی شخص
حلال و حرام کا بتلانیوالا موجود نہیں دوسرے وہ جنکو نہ انگریزی سے مس ہی۔

نہ علوم دین سے بالخصوص صد ہا دیہات ایسے ہیں جہان نماز جنازہ کا
پڑھانے والا کوئی نہیں نکاح کا پڑھنا کوئی نہیں جانتا ذبح کے شرائط کوئی
نہیں جانتا پڑھی ہوئی چھری سے ذبح کرتے ہیں اونکے بزرگون کے وقت سے
بعضے خاص خاندانوں سے تعلق پیری مریدی کا چلا آتا ہی جنکی اولاد میں اسوقت
محض جاہل اور طماع اور مکار رہ گئے ہیں وہ فصل پر بھی اور خاص خاص مواقع پر
بھی دورہ کرتے ہیں اور اپنی جیب بھر لیجاتے ہیں اور غلط سلط باتیں تبلا کرجن
مین اپنی مصلحتوں کی سرتاسر رعایت ہی مصداق ضلوا فضلوا کے بنتے ہیں
بعض جگہ ایسے چھوٹے رہنما بھی نہیں ہیں وہان کے لوگ بالکل ہندوؤن کی
رسموں کے معتقد بھی ہیں اور عامل بھی ہیں بعضی جگہ عمر بھر کسی عالم کا گذر نہ ہوا
ہوگا اور اگر کوئی جا پھنسا ہوگا تو جان سے تنگ آگیا ہوگا تو اب اس کہنے کی
کب گنجایش رہ گئی کہ ہر جگہ ایسی جماعت علمار کی موجود ہے جماعت درکنار ایک
شخص بھی ایسا موجود نہیں ہوتا تو کیا مسلمانوں پر واجب نہیں کہ وہان کیلئے
ایسی جماعت تیار کریں پھر وہ جماعت بجز مولویوں کی جماعت کے اور کون ہوسکتی
ہے غیر علما اگر کبھی ہمت کرکے ایسے مقامات پر جاتے ہیں یا جاہل و بدعمل واعظوں
کو بھیجتے ہیں تو تجربہ سے ان لوگون کا ضرر نفع سے زیادہ ہوتا ہی جب مولویونکا
وجود ضروری ہوا تو اوس کا اہتمام بھی واجب ہوا تو پھر عام مسلمان خصوص امرا کا
طبقہ کس بھروسہ بیفکر بیٹھ سکتا ہے۔

بعضے اہتمام کو ضروری بھی سمجھتے ہیں اور مکتب و مدارس بھی قایم کرتے ہیں
اور خیر خواہی اسلامی و قومی کا دعوے کرتے ہیں مگر اس کام کے لئے اپنی اولاد کو کبھی
تجویز نہیں کرتے اولاد کے لئے ڈپٹی کلکٹری و منصفی و سب ججی و بیرسٹری تجویز کی
جاتی ہی اور مولویت کے لئے جس کو بزعم خود ایک ذلیل کام سمجھتے ہیں ذلیل لوگونکو
منتخب کیا جاتا ہی غور کا مقام ہے کہ جس کام کے لئے ذلیل لوگ منتخب کئے ہیں اُس
کام کی وقعت ان مجوزین کے قلب میں کیا ہوگی کیونکہ طبعی امر ہے کہ معزز کام کیلئے

معزز لوگ تجویز کیئے جاتے ہیں اور ذلیل کام کے لیئے ذلیل لوگ منتخب ہوتے ہیں سو ایسے لوگوں کا تجویز کرنا خود دلیل اسکی ہی کہ ان حضرات کے قلب میں خدمت دین ذلیل کام ہی بس یہی انکی بڑی شکایت ہی اور یہ علامت اسکی ہے کہ اسکو ضروری نہیں سمجھتے اگر یہ کام ضروری ہی اور باوقعت ہے اور اس کا اہتمام کرنا قومی و اسلامی ہمدردی و خیرخواہی ہی تو اس شرف کیلئے اپنی اولاد کو کیوں نہیں تجویز فرمایا جاتا خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ قدرتی بات ہے کہ جو کام معزز طبقہ کے ہاتھوں میں ہوتا ہے وہ عام انظار میں معزز و ضروری سمجھا جاتا ہی تو امراء کے ذمہ بہ نسبت غرباء کے زیادہ حق ہی کہ وہ اپنی اولاد کو اس خدمت کے لئے وقف کریں پھر اولاد میں بھی اوس کو تجویز کریں جو ذہین و فطین و سلیم و فہیم ہو نہ یہ کہ جو سب میں کودن ہو صاحب اسکو مولوی بنائینگے جیسا کہ واقع ہو رہا ہے۔

رہا دوسرا شبہہ کہ ہم اپنی اولاد کو اگر مولوی بنائیں تو وہ کہائینگے کہاں سے اگر یہ شبہہ اُن حضرات کو ہے جو اپنی اولاد کی تعلیم میں بیس بیس بلکہ چالیس چالیس ہزار روپیہ صرف کرتے ہیں تب تو یہ جواب ہے کہ اسی روپیہ کی اگر جائداد خرید کر اسی فرزند کے نام کر دیجاوے تو وہ قناعت اور راحت کے ساتھ اوسکی آمدنی سے اپنی گزر کر لیگا پھر یہ سوال ہی متوجہ نہ ہوگا اور اگر یہ شبہہ متوسط درجہ والوں یا غیر متمول لوگوں کو ہی تو جواب اسکا قرآن مجید میں موجود ہے۔ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف تعرفہم بسیماہم لا یسئلون الناس الحافا وما تنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم جس سے ایک قاعدہ مفہوم ہوتا ہی جسکو فقہائے سمجھکر اوسپر بہت سے فروع متفرع کئے ہیں وہ قاعدہ یہ ہی کہ جو شخص کسی کی منفعت کے لئے محبوس ہو اوس کا نفقہ اوسپر واجب ہوتا ہی نفقۂ زوجہ کا زوج پر قضاۃ و ولاۃ کا نفقہ بیت المال میں جس کا حاصل وجوب

جمیع مسلمین پر۔ اس قاعدہ پر متفرع ہے پس جواب کی تقریر یہ ہوئی کہ جب یہ جماعت خدمت دین کے لئے جو مدلول ہے فی سبیل اللہ کا محبوس اور وقف ہے جو مدلول ہے احصروا کا تو ان کے حوائج کی کفایت کی قدر جو مدلول ہے فقراء کا ان کا حق مسلمانوں کے ذمہ واجب ہے جو مدلول ہے لام استحقاق کا تو جمہور مسلمین کو چاہئے کہ انکے مصارف کی کفالت کریں خواہ تعیین کے ساتھ جیسے مدرسین و واعظین کی تنخواہ خواہ بلا تعیین جیسے متوکلین کی خدمت پس وہ شبہہ منقطع ہو گیا اور اس آیت سے علاوہ فائدہ مذکورہ اور بھی چند فوائد معلوم ہوئے جن کو اس بحث میں گو دخل نہیں مگر تعلق ہے اسلئے ذکر کئے دیتا ہوں۔

ایک یہ کہ ایسی جماعت کو ذرایع تحصیل معاش میں بالکل مشغول نہ ہونا چاہئے۔ لا یستطیعون ضربا فی الارض اسپر دلالت کر رہا ہے اور اس سے یہ شبہہ بھی جاتا رہا جو عوام الناس علماء پر دنیوی معاش میں اپاہج ہونیکا الزام دیتے ہیں اور ثابت ہو گیا کہ بایں معنی اپاہج ہونا ضروری ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ ایک شخص سے دو کام ہوا نہیں کرتے خصوص جبکہ ایک کام ایسا ہو کہ ہر وقت اسمیں مشغول ہونے کی ضرورت ہو بالید یا باللسان یا بالقلب اور خدمت دین ایسا ہی کام ہے اور تدریس علوم دینیہ یہ ذرایع معاش میں داخل نہیں بلکہ وہ تنخواہ بوجہ خدمت دین میں محبوس ہونے کے ہے مگر تعیین کے ساتھ ہے اور یہ تعیین مصلحت قطع نزاع کے لئے ہے۔

ایک یہ کہ ایسے لوگوں کو کسی دنیادار کے سامنے اپنی حاجت پیش نہ کرنا چاہئے بلکہ اغنیاء کی طرح مستغنی رہیں یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف اسپر دال ہے ایک یہ کہ اموال کا سوال کسی سے نہ کرے یدل علیہ لا یسئلون الناس الحافا اور دینی کام کے لئے چندہ کی ترغیب اس میں داخل نہیں وہ دعاء الی الخیر ہے اس میں اور سوال میں یہ آیت فرق بتلا رہی ہے۔

لا یسئلکم اموالکم الی قولہ ھا انتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ الآیۃ - ایک یہ کہ گو وہ سوال نہ کریں مگر دوسروں کو چاہئے کہ اس کا تجسس رکھیں اور فراست و قرائن سے پہچانکر اون کی خدمت کریں یدل علیہ قولہ تعالیٰ لفقراء تعرفھم بسیماھم ایک یہ کہ اونکی خدمت کرکے احسان نہ رکھیں کیونکہ وہ اپنے نفع کے لئے ہی یدل علیہ قولہ تعالیٰ وما تنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم

الباب الثانی حقوق العلم علی العلماء الاعلام والطلبۃ الکرام

فصل پہلی بعض طلبہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی تو ہمارا زمانہ تحصیل علم کا ہے اس زمانہ میں عمل کی چنداں ضرورت نہیں بعد فراغ عمل بھی کرلینگے اور یہ سراسر شیطانی دہوکہ ہی نصوص نے طلبہ اور علماء میں وجوب احکام میں کہیں فرق نہیں کیا پھر اس خیال کی گنجائش کب ہوسکتی ہے البتہ اعمال زائدہ جنمیں زیادہ وقت صرف ہو وہ بیشک طلبہ کے لئے مناسب نہیں جیسے اوراد طویلہ و مجاہدات و ریاضات اہل تصوف کہ انمیں مشغول ہونے سے مطالعہ درس و تکرار سبق میں مشغول ہونا طالبعلم کے لئے افضل ہی بعض بیباک طلبہ میں ایک قول مشہور ہی یجوز لطالب العلم مالا یجوز لغیرہ - اگر یہ اپنے عموم ظاہری پر رکھا جاوے تب تو اس کے جواب میں ہالتو ابرہانکم ان کنتم صادقین پڑھ دینا کافی ہی اور اگر عموم پر نہ رکھا جاوے تو مطلق العنانی و بدعملی کے جواز کے لئے مفید نہیں اگر یہ کسی معتبر قائل کا قول ہی تو معنی یہ ہیں کہ بعض امور جو غیر اہل حاجت کے لئے درست نہیں جیسے صدقہ و خیرات کا لے لینا یا کوئی چیز کسی سے ضرورت کے وقت مانگ لینا وہ طالبعلم کیلئے

لہ ہرچند کہ مقتضا ترتیب کا یہ تہا کہ باب اول سے فارغ ہوکر دوسرے کو شروع کرتا مگر ایک تو ناظرین کو انتظار کی تکلیف ہوتی دوسری جو مخلوط طور پہ معلوم ہونے سے لطف و نشاط ہوتا ہی وہ بھی میسر نہ ہوتا اسلئے یوں مستحسن معلوم ہوا کہ دونوں باب ایک دم سے شروع کردئے اور ساتھ ساتھ اس کی تصریح بھی ہوتی رہے کہ یہ کس باب کی فصل ہے پھر ہر باب کی فصول کو مجتمع کرکے بابوں میں بھی ترتیب کرلینا ہر شخص کو ممکن ہی جب اسکی ضرورت محسوس ہو - اشرف علی

بوجہ حاجتمند ہونے کے مباح ہی تو مدار اس حکم کا خاص وسعت طالبعلی نہین بلکہ اضیناً ہے چونکہ طالبعلم بھی اکثر صاحب تفیان ہوتا ہی اسلیے یہ بھی ایک عنوان اغنیا کا ہوا پس غیر سے مراد اس بنا پر غیر محتاج ہوگا نہ مطلق غیر طالب علم۔ اور عما اپنے عموم پر نہ ہوگا بلکہ بدلائل شرعیہ خصوص ہین مستعمل ہوگا۔

دوسری فصل

بعض منسوبین الی العلم علوم دینیہ کو ذریعہ اپنی اغراض فاسدہ دنیویہ نفسانیہ کا بنا لیتے ہین جس سے وہ خود تو بدنام اور بے وقعت ہوتے ہی ہین مگر اپنے ساتھ تمام جماعت اہل علم کو بدنام اور بے اعتبار ٹھہراتے ہین۔ ؎

چو از قومے یکے بیدانشے کرد نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

اگرچہ یہ معترضین کی بے انصافی دکوتہ نظری ہی کہ ایک پر سب کو قیاس کرکے سب پر ایک حکم لگا دیتے ہین کیا اگر کوئی اناڑی عطار خلاف اصول طب کسی کا علاج کرے یا کسی کو دھوکا دیکر کچھ ٹھگ لے تو کیا ملک کے تمام ماہرین وسیر چشم اطبا کے کمال علمی وعملی کی نفی جایز ہو گی ہرگز نہین ہرگز نہین لیکن عوام سے اس غلطی کا صدور زیادہ عجیب نہین جسقدر منسوبین الی العلم سے اس سے بڑی غلطی یعنی علم دین کو آلۂ دنیا بنانے کا صدور رہونا ہو کیونکہ علم ایک بہت بڑا سبب حامل علی العمل ہی جب کثیر العلم اتنی بڑی غلطی کرنے تو قلیل العلم سے زیادہ بعید نہین گو مطلق علم پر نظر کرتے ہوئے ایک درجہ مین بعید ضرور ہی اور وہ اغراض باوجود تعدد وتکثر کے دو کلیون مین داخل ہین ایک طلب مال دوسری طلب جاہ طلب مال کی چند صورتین ہین بعضے ایسا کرتے ہین کہ وعظ کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہین اور جگہ جگہ خاص اس غرض سے وعظ کہتے پھرتے ہین کہ کچھ مال وصول ہو پھر بعضے تو حیا وشرم کو بالکل بالائے طاق رکھکر صریح سوال کرتے ہین اور ان وعیدون کو جان کر بھلا دیتے ہین جو بلا اضطرار مانگنے کے باب مین وارد ہین

مثلاً ترمذی میں ہی عن حبشی بن جنادة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المسئلة لا تحل لغنی ولا لذی مرة سوی الا لذی فقر مدقع او عزم مفظع ومن سأل الناس لیثری بہ مالہ کان خموشا فی وجھہ یوم القیامة ورضفا یاکلہ من جھنم فمن شاء فلیقل ومن شاء فلیکثر۔ بالخصوص علم دین کو اسکا آلہ اور ذریعہ بنانا موجب زیادہ وعید کا ہی۔ چنانچہ احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہی عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تعلم علما مما یبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامة بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہی عن بریدة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرء القرآن یتاکل بہ الناس جاء یوم القیمة ووجھہ عظم لیس علیہ لحم۔ اور ظاہر ہی کہ کوئی اضطرار ان کو نہیں ہی دوسرے وجوہ حلال معاش کے موجود ہیں جن میں ایک وجہ حلال وہ بھی ہی جس کا قاعدہ باب اول کی دوسری فصل تحت آیت للفقراء الذین احصروا الآیة میں مفصل مذکور ہوا ہی جس سے وعظ کی نوکری بطور مشاہرہ کے جایز ثابت ہوتی ہی اسی طرح اگر محض اشاعت احکام حسبتہ للہ کرے اور لوگ متفرق طور پر خدمت کردیں اور قلب میں کچھ طمع نہ ہو گو احتمال و وسوسہ ہو وہ بھی جائز ہی یہ دونوں صورتیں اُسی قاعدہ مذکورہ باب اول فصل ثانی میں داخل ہیں اور امتحان اس کا کہ یہ کام حسبتہ للہ کیا جاتا ہی اور جو کچھ ملتا ہی وہ بطور جزاء کے نہیں ہی یہ ہی کہ یہ دیکھا جاوے کہ وعظ کہنے کے واسطے جانیکے لیے یہ شخص کن مقامات کو منتخب کرتا ہی آیا اُن مقامات کو جہاں روپیہ ملنے کی زیادہ اُمید ہو یا اُن مقامات کو جہاں تبلیغ احکام کی زیادہ ضرورت ہو اول صورت میں یہ شخص اُس قاعدہ جواز کا مورد نہ ہوگا دوسری صورت میں ہوگا اور یہی امتحان ہی تدریس علوم دینیہ کی نوکری کرنیوالے کا

کہ اُس شخص کو کام مقصود ہی یا مال مقصود ہی۔ اگر اسکی نظر تنخواہ پر ہوگی تو اگر ایک جگہ گذر ہوتا ہو اور وہان علوم دینیہ کی ضرورت بھی زیادہ ہو تو ایسی جگہ کو چھوڑ کر ترقی پر نہ جاوے گا ورنہ خود کوشش کر کے ایسی جگہ جانا چاہے گا اور فقہا نے جو تعلیم علوم دینیہ یا وعظ پر اُجرت کی اجازت دی ہی مراد اس سے یہی صورت ہی ورنہ اُجرت علی الطاعات المقصودۃ المخصوصۃ بالاسلام کو حنفیہ رحمہم اللہ تعالی بوجہ نہی کے کسی طرح جایز نہین رکھتے اور غالب یہ ہی (اور اگر کسی محقق شافعی سے تحقیق کیا جاوے تو کیا عجب یہ ظن صحیح نکلے) کہ شافعیہ جو بعض طاعات کی اُجرت کو جائز رکھتے ہین جیسے تعلیم قرآن و علوم ہین وہ مقید ہوگا اُس صورت کے ساتھ جبکہ ثواب مقصود نہ ہو اور اس صورت مین وہ بھی اس نہی کے مخالف نہ ہونگے جس سے حنفیہ نے تمسک کیا ہی جسمین قوس کے ہدیہ لینے کی نسبت سوال کیا گیا ہی کہ وہان قرآن مجید ثواب کے لیے پڑھایا تھا اور اس تقریر پر فقہا حنفیہ متقدمین و متاخرین مین اُجرت علی التعلیم کے جواز و عدم جواز مین اختلاف لفظی ہی ورنہ حقیقتًا اجارہ کے ناجایز اور صورت اجارہ کے جائز ہونے مین اختلاف کی گنجایش معلوم نہین ہوتی اور جواز مین جو یہ قید لگائی ہی کہ قلب مین کچھ طمع نہ ہو اُسکی دلیل یہ حدیث ہی جس کو شیخین نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہی کہ اُن سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فما جاءک من ھذا المال وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ وما لا فلا تتبعہ نفسک اور احتمال و وسوسہ اور طمع و اشراف مین فرق یہ ہی کہ اگر خیال ہوا کہ شاید کچھ ملے لیکن نہ ملنے سے اذیت نہ ہوئی تو صرف وسوسہ تھا اور اگر انتظار اور رنج ہوا اور قلب مین شکایت اور ناگواری ہوئی کہ ان لوگون نے کچھ نہین دیا تو طمع اور اشراف تھا۔ یہ تو وعظ کے ذریعہ سے کمانے والون کا بیان تھا جس کے متعلق یہ بھی ایک تجربہ اور استقرا ہے کہ اکثر ایسے لوگ باقاعدہ عالم اور ذی استعداد بھی نہین ہوتے ورنہ

کمال علمی کے لیے غیرت اور حمیت خواص لازمہ سے ہی اُس سے ایسی بے حمیتی
کا کام نہین ہو سکتا۔ اور بعضے صریح سوال نہین کرتے مگر اُنکے طرز و انداز سے
اُن کا سائل ہونا معلوم ہوجاتا ہی ان کا حکم بھی مثل صریح سائلون کے ہی گو وجہ دلالت
دونون جگہ مختلف ہو مگر مدلول تو واحد و مشترک ہی اور بعضے بذریعہ وعظ یا بلا وعظ
محض ملاقات و خاص خطاب سے خود اپنی حاجت کے لیے سوال نہین کرتے
مگر کسی مدرسہ یا انجمن کے لیے چندہ طلب کرتے ہین اسکی بھی دو صورتین ہین۔
ایک یہ کہ واقع مین وہ مدرسہ یا انجمن نافع اور ضرورت پر مبنی ہی اور یہ شخص
محض دینی منفعت اہل اسلام کو پہنچانے کے لیے بلا جبر و بلا کسی خداع و تلبیس
کے اُس مین شریک ہونے کی ترغیب دیتا ہی پھر خواہ اُسی قاعدہ مذکورہ باب
اول فصل ثانی کے طور پر اسکی تنخواہ بھی اُس مدرسہ یا انجمن سے ملتی ہی یہ صورت
تو ہماری اس فہرست طرق مذمومہ طلب مال سے خارج و مستثنے اور عموم مفہوم
آیۃ ہا انتم هؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ الخ مین داخل
ہے جیسا باب اول فصل ثانی کے اخیر مین مذکور ہوا اور دوسری صورت یہ ہے
کہ اُس انجمن یا مدرسہ کا انعقاد یا افتتاح اس غرض سے ہوا ہی کہ اپنا گذر ہوا اپنی
بسر کی ایک صورت نکلے اور اُس کا نہ ہونا کچھ مضر نہین یا یہ کہ وہ ضروری ہو مگر اس
شخص کی نیت خاص اپنا دنیوی نفع ہو تو گو اُس انجمن کی خدمت و ابقا کو ضروری
کہا جاویگا مگر اُس شخص کے لیے یہ شیوہ حلال نہ ہوگا مطلقًا اور خصوص جبکہ طلب
چندہ مین شرمانے سے دباؤ ڈالنے سے بھی کام لیتا ہو اُسوقت مضاعف گناہ
ہوگا بدلیل حدیث بیہقی و دارقطنی کے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا
لا تظلموا الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ بعض کو
اسمین یہ غلطی ہوتی ہی کہ کہتے ہین کہ ہماری کیا وجاہت اور دباؤ ہی تو جو شخص
دیگا خوشی ہی سے دیگا حالانکہ مشاہدہ اسکی تکذیب کرتا ہی اس کا حال دینے والے
سے معلوم ہو سکتا ہی جب وہ ان بزرگ کے کہنے کے بعد کچھ دے چکے کوئی تیسرا

آدمی جو اس سے بے تکلف ہو اُس سے قسم دیکر پوچھیے کہ تو نے خوشی سے
دیا ہی یا ناخوشی سے بہت آسانی سے اسکا فیصلہ ہو جاویگا۔ اسی سے حکم معلوم
ہو جاوے گا اُن رقوم کا جو لڑکی والے یا مساجد و مدارس والے شادی کے مواقع
پر لڑکے والون سے فرمایش کر کے لیتے ہین وہ لوگ خواہ رسم کی پابندی سے
یا مجمع کی شرم سے یا محرک کے لحاظ سے دیدیتے ہین بعض اوقات بلا تحریک
بھی دیدیتے ہین لیکن دینے کی بنا وہی رسم ہی کہ جانتے ہین کہ نہ دینے سے
یا مانگا جاوے گا یا بدنام کیا جاوے گا سو اس قسم کی رقمین شرعًا حلال نہین
ہوتین اور اس طرح سے مانگنا یا لینا درست نہین ہوتا اور یہ رقوم سب واجب الرد
ہین اور اگر رد کی جاوین تو مالک رقوم کو واپس کی جاوین خواہ وصول کسی کے
ہاتھ سے ہوا ہو کیونکہ یہ ذی الید نائب اُس مالک کے ہین تو ان کا ہاتھ اُسی کا
ہاتھ ہی اور بعض کو یہ غلطی ہوتی ہی کہ وہ کہتے ہین کہ ہم اپنے لیے تو نہین مانگتے
اللہ کے کام کے واسطے مانگتے ہین لیکن یہ عذر محض باطل ہی اسلیے کہ معصیت
ہر حال مین معصیت ہی دین کے واسطے بھی معصیت حلال نہین ہو جاتی ہی بلکہ غور
کیا جاوے تو اس کا قبح نقلًا وعقلًا زیادہ اشد ہی نقلًا تو اسلیے کہ یہ شخص معصیت
کو ذریعہ ثواب کا بنارہا ہی تو حرام کو آلۂ دین کا بنانا اور اُس مین اعتقاد
ثواب اور تقرب کا رکھنا یہ اشد معصیت ہے۔
فقہا نے تو حرام مین ثواب کی توقع کو کفر تک کہدیا ہی اور عقلًا اسلیے کہ ہر فعل
اپنی غایت کے لیے مقصود ہوتا ہی اور غایت دین کے کام کی رضائے حق ہی جب
اُس کو خلاف شرع طریقہ سے کیا تو رضائے حق بھی نصیب نہ ہوئی تو خسر الدنیا
والآخرہ کا مصداق ہوا اور اگر اپنے نفس کے لیے گناہ کیا جاتا تو اُسکی جو غایت
تھی حظِ نفس وہ تو حاصل ہوتا پس دین کے لیے گناہ کا کام کرنا عقلًا بھی زیادہ
بُرا ہوا دنیا کے لیے گناہ کا کام کرنے سے۔ اور گو یہ بلا یعنی یہ فعل بعض نسو ہین
الی العلم کا مخصوص انکے ساتھ نہین بلکہ بعض اہل وجاہت طبقہ معززین دنیا کو بھی

اس مین مبتلا اور شریک ہین چنانچہ قومی انجمنین اور قومی اسکول وکالج دنیوی تعلیم کے زیادہ ان ہی صاحبون کے ہاتھ مین ہین اور یہ حضرات بھی چندون کے لیے بڑی بڑی تحریکین کرتے اور خاص اثرون سے کام لیتے ہین بلکہ اُن کے سامنے توان بعض اہل علم کی کارروائی کسی شمار ہی مین نہین کئی وجہ سے اول تو اہل علم مین بہت شاذونادر اس کام کو نہ کرتے ہونگے دوسرے اہل علم بہت تھوڑی رقم پر قناعت کرتے ہین اور اہل وجاہت بڑی بڑی رقمون کو بھی کم سمجھتے ہین۔ تیسرے اہلِ علم اکثر خطاب عام کرتے ہین اور یہ حضرات خطاب خاص سے بھی کہین نہین رُکتے چوتھے اہلِ علم کا اتنا دباؤ نہین پڑتا اور ان صاحبون کا بہت دباؤ پڑتا ہی خود وجاہت کا بھی اور بعض جگہ حکومت کا بھی اور بعض جگہ اس اندیشہ کا بھی کہ اِن کا کہنا نہ ماننے سے شاید یہ ہم کو ضرر پہنچادین پانچوین اہل علم جب اُس کو دین کے کام مین خرچ کرتے ہین تو دینے والا اس قصہ کو دیکھکر اکثر اپنی ناگواری کو مبدل بخوشی کرلیتا ہی جس سے وہ وبال استحصال بالکراہت کا خفیف ہوجاتا ہی اور یہ حضرات جہان اُسکو خرچ کرتے ہین ظاہر ہی کہ دین تو ہی نہین کہین مباح ہوتا ہی اور اکثر معصیت تو دینے والے کا افسوس کبھی دُور نہین ہوتا اور اسوجہ سے اس خاص طرز سے استحصال کا وبال ہمیشہ گلوگیر رہتا ہی غرض یہ بلا ان اہل وجاہت مین بھی مع زیادۃ بل زیادات پائی جاتی ہی اور اس وجہ سے ان حضرات کو اہلِ علم پر اس خاص عمل کے متعلق کوئی اعتراض یا نکیر کرنے کا بالکل حق حاصل نہین لیکن کسی بلا کے عام اور مشترک ہونے سے اُس مین جواز نہین پیدا ہوسکتا اسلیے اہل علم کو اسکے ارتکاب کی یا اسمین اہل دنیا کے تقلید کی ہرگز گنجایش نہین اہل دنیا جو چاہین کرین اہل علم کو اپنے علم کی مقتضا کے خلاف ہرگز کرنا نہ چاہیے اول تو فی نفسہ عنداللہ بھی بُرا ہی اور بجا نگر اور زیادہ بُرا ہے۔

فان کنت لاتدری فتلک مصیبۃ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

پھر اس کا اثر دوسرون پر بھی بُرا پڑتا ہی چنانچہ عام لوگ اکثر مواقع پر یہ کہہ اُٹھتے
ہین کہ میان جب مولوی ایسا کرتے ہین تو ہم کیون نہ کرین تو اس طور پر ایسے اہل
ضلال کے ساتھ اضلال کی بھی شان رکھتے ہین اور ضلال و اضلال کی وعیدین
مخفی نہین صرف تین حدیثین لکھے دیتا ہون ایک ضلال کی ایک ضلال کی
ایک مشترک شیخین نے روایت کیا ہی عن اسامۃ بن زیدؓ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجاء بالرجل یوم القیمۃ فیلقی
فی النار فتندلق اقتابہ فی النار فیطحن فیہا کطحن الحمار برحاہ
فیجتمع اهل النار علیہ فیقولون ای فلان ما شانک الیس
کنت تامرنا بالمعروف وتنہانا عن المنکر قال کنت امرکم بالمعروف
ولا اٰتیہ وانہاکم عن المنکر واٰتیہ اور حدیث ہی قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من سن سنۃ سیئۃ فلہ وزرہ ووزر من عمل بہا
من غیر ان ینقص من اوزارهم شئ اور دارمی مین ہی قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان شر الشر شرار العلماء
وان خیر الخیر خیار العلماء۔ اسلیے علما کو ضرور ہی کہ ایسے اعمال جو خلاف
شرع وخلاف وضع ہون ہرگز اختیار نہ کرین توکل پر دین کی خدمت کرین خطاب
عام سے ترغیب الی الخیر والانفاق فی سبیل اللہ حسب موقع کر دینا مضائقہ نہین
اگر کوئی راغب الی الخیر میسر ہو جاوے جو مصارف خیر کا جویان رہتا ہی اور پورا
یقین ہو کہ خطاب خاص سے اسکی آزادی مین نوساً اختلال نہ ہوگا اور یہ جو کچھ کریگا
بطیب خاطر کریگا تو ان قیود کے ساتھ خطاب خاص کا مضائقہ نہین۔ باقی ناجائز
یا رکیک افعال عوام کے لیے علم دین سے موجب تنفیر اور اہل علم کی نسبت
موجب تحقیر ہو جاتے ہین جس کے انسداد کے زیادہ ذمہ دار اہل علم ہین یہ کلام
تھا متعلق چندہ طلب کرنے کے۔ بعضے ایسا کرتے ہین کہ امرا و اہل اموال سے
اختلاط وارتباط اس غرض سے رکھتے ہین کہ اُن سے وقتاً فوقتاً کچھ حاصل

ہوتا ہے اور اس غرض کے لیے گاہے یہان تک نوبت آئی ہے کہ اُنکے غرض کے موافق مسئلہ بتا دیتے ہین بلکہ بنا لیتے ہین جس سے سر دست تو وہ خوش ہوجاتے ہین اور اُنکی خوشی سے ان کا کچھ کام نکل جاتا ہی لیکن بہت جلد ہی یہ اُنکی نظر سے گرجاتے ہین اور پھر وہ ان پر دوسرے علما کو قیاس کرکے جماعت کی جماعت سے بدظن اور علم دین سے نفور ہوجاتے ہین تو اس طور پر یہ لوگ مناع للخیر اور یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق بنتے ہین اسکی بہت احادیث مین بھی وارد ہی ابن ماجہ سے دو حدیثین نقل کرتا ہون ۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما ۔ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اناسا من امتی سیتفقہون فی الدین ویقرؤن القران ویقولون نأتی الامراء فنصیب من دنیاھم ونعتزلھم بدیننا ولا یکون ذلک کما لا یجتنی من القتاد الا الشوک کذلک لا یجتنی من قربھم الا قال محمد بن الصباح کانہ یعنی الخطایا وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال لو ان اھل العلم صانوا العلم ووضعوہ عند اھلہ لسادوا بہ اھل زمانھم ولکنھم بذلوہ لاھل الدنیا لینالوا بہ من دنیاھم فھانوا علیھم الحدیث ۔ اور اختلاط مین جو اس غرض کی قید لگائی کہ اُن سے کچھ حاصل ہوتا رہے وجہ اسکی یہ ہی کہ اگر اختلاط اس غرض سے ہو کہ اُنکی اصلاح ہو اُن کو احکام دینیہ بتلائے جاوین خصوص جبکہ وہ خود خواہش کرین اور اُنکو حاضر ہونے کی مہلت نہ ہو یہ بلانا قرینہ طلب دین کا ہی ایسا اختلاط نہ مضر دین ہی نہ موجب مذلت ہی مگر جبکہ یہ قرائن سے یا شرط سے معلوم ہو کہ مین آزادی کے ساتھ حق ظاہر کرسکون گا ورنہ اگر یہ معلوم ہو کہ اُنکے بلانے کی غرض اپنے کسی خاص خیال کی تائید کرانا ہی تو اُس جگہ جانا اوپر کی وعیدون کا مصداق بننا ہی اور ایسی حالت مین اگر وہ کچھ خدمت کرین لینے کا مضائقہ نہین مگر مشورہ احقر کا یہ ہی کہ ہرگز قبول نہ کرے ۔

بلکہ جانے کے قبل شرط کرلے کہ دینے لینے کا کچھ قصہ نہ ہو اسکا اثر فطری طور پر بہت اچھا ہوتا ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ اس صورت مین اُن امرار کا حوصلہ نہین پڑتا کہ اہلِ علم کو اپنا تابع بنانے کا وسوسہ بھی لاوین بلکہ ہر طرح اُنکے تابع ہونا پڑتا ہے اور یہی امر مہتم بالشان ہی اور اگر خود امرار آوین تو یہ اختلاط منہی عنہ نہین عین مطلوب ہی اسکو فت اُن سے بے رخی نہ کرے اخلاق سے پیش آوے مگر استغنا کو اب بھی ہاتھ سے نہ دے۔ بعضے غرض مالی کے لیے ایسا کرتے ہین کہ کسی سے صراحۃً یا اشارۃً مانگتے وانگتے نہین خود خدا تعالی نے اُن کو ظاہری غنی بنایا ہی مثلاً تاجر ہین زمیندار ہین یا کسی کوٹھی مین نقد روپیہ جمع ہی اُس سے منتفع ہوتے ہین اسوجہ سے اُن کو کسی کے سامنے حاجت پیش کرنے کی یا کسی کے ہاتھ کی طرف دیکھنے کی نوبت نہین آتی لیکن اپنے معاملات مالیہ مین ایسا کرتے ہین کہ اگر شریعت پر عمل کرنے سے اُنکی کوئی منفعت مالیہ ضائع یا مختل ہوتی ہو تو وہان ضعیف تاویلون سے اور غیر مشروع حیلون سے گو نام اُنکا حیلۂ شرعیہ رکھتے ہین کام لیتے ہین اور اُس منفعت کو فوت نہین ہونے دیتے اور ان زیادہ مولویون پر یہ خصلت یہان تک غالب ہوگئی ہی کہ یہ جملہ عام لوگون کے زبان زد ہو گیا ہی کہ مولوی اپنے مطلب کا مسئلہ جس طرح چاہین بنا لیتے ہین میرے نزدیک اگر گناہ کرے گناہ سمجھے اور اپنے گنہگار ہونے کا اقرار کرے اسکا مفسدہ اتنا نہین ہی جتنا گناہ کو کھینچ تان کرکے جائز بنانے کا مفسدہ ہی عام لوگ گمراہ ہوتے ہین علمار سے بد اعتقاد ہوتے ہین پھر وہ اپنے معاملات مین بھی تاویلین اور حیلے پوچھتے ہین اور اگر اُن کو کوئی نہین بتلاتا تو وہ قیاس فاسد سے کام لیکر خود ہی کچھ سمجھوتی کر لیتے ہین گو اُنکی تاویل اور بھی مہمل اور لغو ہو مگر عوام کو فرق کی تمیز کہان۔ علمار کی شان تو یہ ہی کہ اگر کوئی چیز بلا تاویل بھی جائز ہو مگر کسی وجہ سے اُسکے ارتکاب مین عوام کو دینی مضرت ہو تو اپنا تھوڑا ضرر دنیا کا جسقدر تحمل ہو سکے گوارا کرلین اور عوام کا دین بچائین نہ کہ عوام کے لیے دروازہ فتنہ کا کھول دین

دارمی مین اس مضمون کی ایک حدیث بھی ہی عن زیاد بن جدیر قال لی عمر رضی اللہ عنہ ھل تعرف ما یھدم الاسلام قلت لا قال یھدمہ زلۃ العالم وجدال المنافق بالکتاب وحکم الائمۃ المضلین۔ لیکن اس سے کوئی شخص اُن وجوہ تصحیح معاملات پر گو اُنکو بھی بعض کتب مین بعنوان حیلہ تعبیر کیا گیا ہی شبہہ نہ کرے جن کا بلا کسی نفسانی غرض کے عام مسلمانون کو مضائق سے نکالنے کے لیے اور اُن کو معاصی سے بچانیکے لیے صورت اضطرار مین اذن دیا گیا ہی جیسا خود حدیث مین بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم التمر او نحوہ آیا ہی۔ مابہ الفرق دونون قسم مین یہ ہی کہ جس سے مقصود کسی مقصود شرعی کا ابطال ہو وہ مذموم اور جس سے مقصود کسی مقصود شرعی کی تحصیل ہو وہ محمود ہی مثلاً ربوا کو شرع نے حرام کہا ہی۔ اسکے لیے تدبیر استعمال کرنا گناہ ہی اور جس جگہ ربوا مقصود نہ ہو مگر خود اجناس ہی قیمت مین متفاوت ہون لیکن اتحاد جنس کے سبب تفاضل ممنوع ہو اُس جگہ حدیث مذکور کی موافق تصحیح کر لینا جائز اور مشروع ہی۔ یہان تک یہ سب بیان ہوا اُن اہل علم کا جو علوم دینیہ کو آلہ جلب مال کا بناتے ہین۔

اب رہ گئے مسائل قطعیہ متعینۃ الصواب جیسے کفر و اسلام کا اختلاف یا سنت و بدعت متفق علیہا عند اہل الحق کا اختلاف اسمین چند حالتین ہین ایک یہ کہ صاحب باطل متردد اور طالب اور جویا حق کا ہی اپنی شہادت کو صاف کرنا چاہتا ہی اور اسی غرض سے مناظرہ کرتا ہی یہ مناظرہ قادر کی تائید الحق پر واجب اور فرض ہی اور جب جواب سے عجز ہو صاف کہدینا چاہیے کہ اسکا جواب میری سمجھ مین نہین آیا مین سوچکر یا پوچھکر پھر بتلاؤنگا یا اپنے سے زیادہ جاننے والے کا پتہ بتلادے اور اُس طالب کو چاہیے کہ وہان جاکر رجوع کرے اور قدرت ہوتی ہوئے ایسے مناظرہ سے انکار کرنا معصیت ہی یہ حدیث اسکو بھی شامل ہی من سئل عن علم فکتمہ الخ دوسری حالت یہ ہی کہ وہ طالب نہین لیکن متکلم مناظر کو توقع

ضمیمہ حقوق العلم

متعلق باب ثانی دوسری فصل صفحہ ۲۲ سطر ۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اب آگے اونکا ذکر ہے جو علم دین کو طلب جاہ کا آلہ بناتے ہین اور اوسکی بھی چند صورتیں ہین بعض لوگ امرا سے ملنے کا خاص دلچسپی کے ساتھ اہتمام کرتے ہین اور خیال اونکا یہ ہوتا ہی کہ ان سے ملنے سے لوگون مین عزت و وقعت و عظمت بڑہیگی حالانکہ تجربہ و تتبع خیالات جمہور سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اس عادت سے عام لوگون مین کوئی وقعت نہین ہوتی تا ایکہ عام مسلمان اسکو اہل علم کے لئے عیب سمجھتے ہین علما کی عزت واقع مین بھی اور عام خیال مین بھی اوسی وضع پر رہنے سے ہوتی ہی جو اہل علم کی شان کے مناسب ہی یعنی خدمت دین و استغنا عن الامرا اور خوش خلقی غربا کی ساتھ بس عوام کی نظر مین تو کوئی وقعت نہین ہوتی اور اون امرا کی نظر مین تو اس سے اچھی خاصی ذلت ہوتی ہی وہ لوگ گمان کرتے ہین کہ طلب مال کی طمع مین ہم سے تو شامد کو ملتے ہین سو اونکی نظر سے بالکل ہی گر جاتے ہین اور اگر کبھی اونکا دیا ہوا کچھ لیلیا تو رہی سہی وقعت بالکل ہی جاتی رہتی ہے یہ اثر اون امرا پر ہوتا ہی اور ایک اثر امرا و غربا دونون پر ہوتا ہی کہ ایسے علما کی تحقیق دین و استغنا کے باب مین بالکل اعتبار و اعتماد نہ رہتا ہی ان کے وعظ انکے فتوے انکی تحریرات پر ذرا وثوق نہین رہتا عموماً یہ سمجھا جاتا ہی کہ شاید یہ دنیا دارون کی خوشامد مین ایسا کہتے ہون بس ان لوگون کا علم محض غیر منتفع ہو جاتا ہی اور ایک اعتبار سے یہ لوگ ان حدیثون کے مصداق ہو جاتے ہین عن ابی ہریرۃ رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل علم لا ینتفع بہ کمثل کنز لا ینفق منہ فی سبیل اللہ رواہ احمد والدارمی وعن ابی الدرداء رضی قال ان من اشر الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیمۃ عالم لا ینتفع بعلمہ رواہ الدارمی۔

اور ایک اثر خود ان علما پر ہوتا ہی کہ اون امرا کی صحبت سے اور اون سے منکرات پر انکار نہ کرنے سے کیونکہ اگر انکار اور منع کرین تو پھر اونسے لطف صحبت کہان میسر ہو سکتا ہی جانبین سے انقباض

یہ مضمون دوسرے باب کی دوسری فصل متعلق صفحہ ۲۲ سطر ۱۴ کے بعد کا ہے جو کاتب سے چھوٹ گیا تھا

ہر باد سے اور راز اسمین یہ ہی کہ اونکو مطلوب بناکر اون سے ملا جاتا ہی لا محالہ اونکی منکرات غیر مشروعہ پر سکوت کرنا پڑتا ہی پس اس سکوت سے ان علماء کے ایمان کی کیفیت مداہنت کی پیدا ہوجاتی ہی اور صحبت کی ترقی کیساتھ ساتھ اسکو ترقی ہوتی رہتی ہی حتی کہ قلب سے پھر اسکا اثر زبان پر آتا ہے یعنی اول قلب سے حق کی عظمت اور باطل سے نفرت کم ہوتی ہی پھر زبان سے اظہار حق کی ہمت گھٹتی ہی پھر باطل کے ساتھ تکلم کرنا خفیف معلوم ہونے لگتا ہی پھر باطل کا صدور ہونے لگتا ہی حتی کہ اون امراء کو اسکا احساس ہوکر اسکا حوصلہ ہوتا ہی کہ وہ ان علماء سے اپنی نفسانی خواہش کی موافق توجیہات کرنیکی فرمایش کرنے لگتے ہین اور یہ اون خواہشون کو پورا کرتے ہین۔ اس مقام پر پہونچکر انکا قلب مسخ ہوجاتا ہی اور حق بینی کی استعداد بالکل ضائع ہوجاتی ہے اور کبھی کبھی اہل حق سے جدال وعناد پر آمادہ ہوجاتے ہین اس حالت مین پھر انکی اصلاح کی کچھ توقع نہین رہتی اور یہ لوگ امتہ محمدیہ کے لئے ابلیس سے زیادہ ضرررسان ہوجاتے ہین کہ انکے ہوتے ہوئے اگر شیطان فارغ ہو بیٹھے تو عجیب نہین۔ مین نے اپنی آنکھ سے ایسا ہی ایک طالب دنیا کا فتوی لکھا ہوا دیکھا ہی جس نے ایکہزار روپیہ لیکر ایک خاص ترکیب تراشکر حقیقی ساس کے ساتھ نکاح حلال لکھدیا تھا۔ اس حدیث مین اسی مسخ قلب کا ذکر ہے عن عبد الله بن مسعود رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نهتهم علماؤهم فلم ینتهوا فجالسوهم فی مجالسهم واکلوهم وشاربوهم فضرب الله قلوب بعضهم ببعض فلعنهم علی لسان داؤد وعیسی بن مریم ذالك بما عصوا وکانوا یعتدون الحدیث

رواه ابو داؤد

اور یہ سب خرابیان اوسیوقت ہین جب اون امراء کو مطلوب بناکر اونکے پاس جاوین اسی کی مذمت احادیث صحیحہ مین آئی ہے عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان من ابغض القراء الی الله الذین یزورون الامراء رواه ابن ماجة وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم العلماء امناء الدین مالم یخالطوا الامراء فاذا خالطوا الامراء فهم لصوص

الدین آخذ دوھم ـ
البتہ اگر امراء طالب ہوکر اون کے پاس حاضر ہون یا کسی ضرورت سے
خود ان کو وعظ کرین تو اس معاہدہ کے بعد کہ ہم آزادی سے جو چاہین گے
کہہ سکین گے اور یہ کہ ہمکو نذرانہ وغیرہ نہ دیا جاوے اگر اون سے
مخالطت کرین تو یہ مخالطت دین ہے ورنہ اگر علماء اسطرح بھی اون سے
نہ ملین تو اون کو دین کیونکر پہونچے مگر اس طرح کا اختلاط نہ ضروری
علی الکفایہ ہے اسکے لئے ایسا ہی شخص زیبا ہے جو قوی القلب غنی النفس اور
ہو ورنہ ضعیف کے لئے اسلم یہی ہے کہ علماء سے بالکل نہ ملے تبلیغ حق کے لئے
دوسرے لوگ کافی ہین یا علماء کے رسائل و کتب بس ہین مگر اسکے ساتھ
ہی یہ ضرور ہے کہ امراء سے اجتناب اختیار کرنے کے وقت اون کو حقیر
اور اپنے کو مقدس نہ سمجھے بلکہ اونکو مبتلائے بلیات دنیا و جہل سمجھکر اون پر
ترحم کرے اون کے لئے دعا کرے اور اپنے کو ضعف دین کا مریض سمجھکر
اجتناب کو ایسا سمجھے جیسا مریض ضعیف الطبع کو جسمین تاثر کا مادہ غالب ہو۔
دوسرے متعدی مرض کے مریض سے بچاتے ہین اور ساتھ ہی اسکے اوس
مبتلائے مرض متعدی پر غصہ بھی نہین کرتے بلکہ اوس پر بھی رحم کھاتے
ہین اور اپنے کو بھی بوجہ ضعف عن المرض اوس سے بچاتے ہین اسیطرح ان
دنیادار امراء پر بھی رحم کرنا چاہیے کہ ایسے اسباب جہل و عصیان مین
مبتلا ہین کہ اگر ہم اونمین مبتلا ہوتے تو ہم بھی ایسے ہی ہوتے پس اپنی
عافیت پر خدا تعالے کا شکر کرے ناز نہ کرے اور اونکے لئے دعا کرے البتہ
اگر کوئی شخص حق سے عناد اور اہل حق سے بغض اور تکبر کرے اوس سے بغض
کرنا واجب اور عبادت ہے اور بغض فی اللہ یہی ہے ۔ یہ اون لوگون کا بیان
تھا جو طلب جاہ کیلئے امراء سے ملتے ہین بعضی لوگ بطلب جاہ یا بسبب جاہ
ایک دوسری وضع اسکی عکس اختیار کرتے ہین کہ دنیاداروں کو دھتکار دیتے ہین اپنے یہان اون

دکھ نہین دیتے اون کو سخت سست کہتے ہین - بعض پہرہ مبتلا دیتے ہین اگرچہ اس قسم کے لوگ متکبر امراء کے پورا علاج ہین اور درحقیقت امراء کو اون کے تکبر کی یہ سزا ملا کرتی ہے کہ وہ اورون کی تحقیر کرتے ہین اور اونپر پر ایسے لوگ مسلط ہوتے ہین لیکن یہ تکوینی علاج ہے تشریعی نہین ایسے اخلاق رکہنا بالکل شرع کے خلاف ہے اون بد اخلاقون مین بعضے ایسے ہی ہین کہ اونکا یہی مقصود ہے کہ اس طریق سے امراء مین شہرت ہوتی ہے لوگ بڑا بزرگ سمجھتے ہین خوب ہیبت بیٹھتی ہے اور ان لوگون کو بہ نسبت متکبر کہنے کے ریاکار کہنا زیادہ زیبا ہے - یہ حدیث انہی کی نسبت ہے عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعوذوا باللہ من جب الحزن قالوا یا رسول اللہ وما جب الحزن قال واد فی جہنم یتعوذ منہ جہنم کل یوم اربعمائۃ مرۃ قیل یا رسول اللہ ومن یدخلھا قال القراء المراؤن باعمالھم رواہ الترمذی - ان لوگون کے اس عمل کے لئے تو جاہ علت غائی ہے اور بعض کے اسی عمل کے لئے جاہ علت غائی نہین ہوتی علت فاعلی ہوتی ہے یعنی جاہ سبب ہوتا ہے مسبب نہین ہوتا اور وہ وہ لوگ ہین جو واقع مین اپنے آپکو مقدس اور دوسرون کو خطاوار گنہگار سمجھتے ہین اسلئے اون سے نفرت کرتے ہین - ان لوگون کو بہ نسبت ریاکار کہنے کے متکبر کہنا زیادہ بجا ہے اور یہ تکبر دنیا دارون کے تکبر سے بہی اقبح و اشنع ہے کیونکہ ان لوگون کو بہ نسبت دنیا دارون کے زیادہ علم ہے زیادہ علم کے ساتھ تکبر عند اللہ زیادہ مبغوض ہے ولنعم ما قیل فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم ان صاحبون کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ العبرۃ للخواتیم ہے تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد + اور یہ لوگ اس کو

دوسرون کی تحقیر کرتے ہین -

استغنا سمجھتے ہین مگر استغنا اور تکبر مین زمین و آسمان کا فرق ہے جو بالکل
بین اور ظاہر ہے۔ بعضے لوگ اپنی شہرت اور ناموری کے لئے مجادلہ
اور رد و قدح کے عادت اختیار کر لیتے ہین اور شب و روز اسی شغلہ
مین رہتے ہین پھر اسکا غلبہ یہانتک ہوتا ہے کہ غیر ضروری امور مین
بھی بدون نزاع کئے ہوئے نہین رہتے پھر اکثرونکی تو غرض اس سے
تحصیل جاہ ہی ہوتی ہے جسکی مذمت اس حدیث مین وارد ہے عن
كعب بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من طلب العلم ليجاري به العلماء او ليماري به السفهاء
او يصرف به وجوه الناس اليه ادخله الله النار رواه الترمذي
ى رواه ابن ماجة عن عمر رض بعض اوقات اسکا یہانتک اثر
ہوتا ہے کہ حق واضح ہونیکے بعد بھی اپنے باطل پر اصرار کئے جاتے ہین کہ بات
ہیٹی نہ ہوجاوے۔ مین نے ایک مناظرہ کا فتویٰ ایک قطعی رضاعی
رشتہ مین حلت نکاح کا دیکھا ہے کہ ابتدا مین تو اون سے غلطی
ہوگئی تھی مگر پھر اپنی بات کی پچ پڑگئی اور باوجود سارے جہان کے
علماء کے خلاف کرنیکے اور تحریراً و تقریراً متنبہ کرنے کے ہرگز رجوع نہ
کیا اور بعض ثقات سے مسموع ہوا کہ اون بزرگ نے ایک اپنے
معظم سے یہہ کہا کہ اب کیا کرون قلم سے نکلگیا ہے اب تو تائید ہی
کرنا ضرور ہے۔

اور بعض خود اسکو مقصود اور دین کا کام سمجھکر کرتے ہین اوسکی
مذمت اس حدیث مین ہے

عن ابی امامة رض قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ما ضل قوم بعد هدى كانوا عليه الا اوتوا الجدل ثم قرأ صلى الله
عليه وسلم هذه الآية ما ضربوه لك الا جدلا بل هم قوم خصمون رواه احمد

والترمذی وابن ماجۃ اس حدیث کا حاشیہ بھی قابل ملاحظہ ہے
المراد بالجدل ہہنا العناد والمراد التعصب لترویج مذاہبہم
من غیر ان یکون لہم نصرۃ علی ما ھو الحق وذلک لوم
اور جس طرح اس عمل کی مذمت آئی ہے اسیطرح اسکے ترک کی فضیلت و
مدح آئی ہے عن انس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من ترک الکذب وھو باطل بنی لہ فی ربض الجنۃ و
من ترک المراء وھو محق بنی لہ فی وسط الجنۃ ومن حسن خلقہ
بنی لہ فی اعلاھا رواہ الترمذی اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ قران مجید
مین جادلھم بصیغہ امر آیا ہے اور لا تجادلوا کے بعد استثناء الا
بالتی ھی احسن آیا ہے اور خود احادیث مین مجادلہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا نصاریٰ سے جنکی بابت سورہ آل عمران کی شروع کی آیتین نازل ہوئی
ہین وارد ہے اور آئمہ دین نے سلفاً وخلفاً اہل بدعت سے محاجہ کیا ہے
اور بہت سی تصانیف ان حضرات کی اس باب مین ہین اور علم کلام اسی
غرض سے ایک مستقل اور مدون فن ہوکر باجماع علماء امت علوم دینیہ
مین داخل ہوگیا ہے نیز ضرورت بھی اسکی شاہد ہے کیونکہ اہل باطل ہر زمانہ
مین بکثرت موجود رہے ہین اور اب بھی ہین اور وہ لوگ اپنے باطل کی
ہمیشہ ترویج کرتے ہین تو اگر انکا جواب نہ دیا جاوے تو عوام کا تلبیس وتغلیط
مین پڑجانا کچھ بھی بعید وعجیب نہین اور جواب دینے مین عوام کی بھی حفاظت
ہے اور بعض اوقات خود اہل باطل کو بھی ہدایت ہوجاتی ہے اور یہی قیل و
قال وجواب وسوال مجادلہ ومناظرہ ہے تو ایسے ضروری امر کو مذموم کیسے
کہا جا سکتا ہے جواب اس امر کا یہ ہے کہ ہر مجادلہ کا مذموم ہونا اور ہر حالت مین
مذموم ہونا ہمارا مدعا نہین - بعض مجادلات وحالات مستثنیٰ بھی ہین اور دین
مین ان ہی کا اذن بھی ہے ان کے سوا باقی مذموم ہین یا باوجود مذموم نہ

ہونے کے اون کا ترک محمود ہے مگر ہمارے زمانہ مین تو زیادہ افراد ایسی
مجادلہ مذموم یا محمود الترک کے پائے جاتے ہین جن کی مذمت حدیثون میں
و نیز آیات مین و کلام اکابر مین موجود ہے ۔ حدیثین تو بعض اوپر گذر چکین
بعض آیات یہ ہین فلا تمار فیہم الا مراء ظاہرا ۔ بما تعملون
اللہ یحکم بینکم فی ما کنتم فیہ تختلفون اور فمن حاجک
فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا و
ابناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتہل
فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین اور اقوال اکابر ائمہ کے اسکی ذم مین کتب کلامیہ
و احیاء العلوم وغیرہ مین منقول ہین ۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ مسئلہ دو قسم کا
ہے ایک وہ جسکی جانب یقیناً حق اور دوسری شق یقیناً باطل ہو سمعاً
یا عقلاً یہ مسائل قطعیہ کہلاتے ہین ایک وہ جسمین جانبین مین حق او ثواب
اور خطا و غلط دونون محتمل ہون اور یہ مسائل ظنیہ کہلاتے ہین ۔ مسائل کلامیہ
اکثر قسم اول سے ہین اور بعض قسم ثانی سے اور مسائل فقہیہ اکثر قسم ثانی
سے ہین اور بعض قسم اول سے جیسا متتبع پر مخفی نہیں پس مسائل ظنیہ محتملۃ الخطاء
والصواب مین خواہ وہ از قسم مسائل کلامیہ ہون یا از قبیل مسائل فقہیہ صرف
اثبات ترجیح ظنی کے لئے محض اہل علم کی باہم مکالمت بلا بغض و عناد و
بلا اعتقاد قطع ایک جانب کے اور بعزم رجوع و قبول حق کے جب سمجھ مین
آجاوے جائز ہے مگر مصلحت یہ ہے کہ عوام تک اسکی اطلاع نہ ہو اگر زبانی
گفتگو ہو تو مجمع خواص مین ہو اور اگر تحریری ہو تو عام فہم زبان مین نہ ہو مثلاً
ہندوستان مین اردو مین نہ ہو عربی مین ہو یا کم از کم فارسی مین ہو تاکہ اگر کسی
وقت وہ تحریرات شائع کی جاوین تو عوام پر اس اختلاف سے کوئی اثر
نہ پہونچے اور سلف سے ان مسائل مین اسی طرح کی گفتگو منقول ہے نہ وہ گفتگو
جو آجکل ہوتی ہے کہ ایک قرأت فاتحہ خلف الامام کا حق ہونا اس طرح

فلا ینازعنک فی الامر وادع الی ربک انک لعلی ہدی مستقیم وان جادلوک فقل اللہ اعلم

مبتلا رہا ہے کہ اوسکے نزدیک تمام حنفیہ تارک الصلوٰۃ اور فاسق ہین اور دوسرا اوسکی نفی اسطرح کر رہا ہے کہ گویا اوسکے نزدیک قراءت خلف الامام مین کوئی حدیث ہی نہین آئی اور عین مناظرہ مین اگر مقابل کا قول دل کو بھی لگجاوے تب بھی ہرگز قبول نہ کرین جسطرح بن سکے اوسکو رد کرین بلکہ مقابل کی گفتگو شروع ہونے کے ساتھ ہی رد ہی کا پختہ ارادہ کر لیتے ہین اور اول سے اسی سوچ مین رہتے ہین اور اسی نیت سے سنتے ہین کیونکہ تمامتر مقصود اپنا غلبہ اور دوسرے کا اسکات ہوتا ہے پھر باہمی عناد و فساد حتی کہ نوبت بعدالت پہونچتی ہے یہ علاوہ برین کیا یہ دین ہے کیا یہی طریقہ سلف صالحین کا ہے کیا حضرات صحابہ سے ان مسائل مین ایسا عملدرآمد ثابت ہے یہ تو مسائل ظنیہ کے متعلق بیان ہوا -

واحتمال ہی کہ شاید یہ مخاطب قبول کرلے سو جب تک اسکی امید ہو مناظرہ کرنا تبلیغ احکام مین داخل ہی جہان تبلیغ واجب ہی وہان یہ بھی واجب ہی اور جہان تبلیغ مستحب ہی یہ بھی مستحب ہی جناب سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ عنہ کے مناظرات اہل کتاب خوارج وغیرہم سے اسی قبیل کے تھے اور تیسری حالت یہ ہی کہ وہ طالب بھی نہین اور اُسکے قبول کی اُمید بھی نہین مگر کسی مفسدہ وضرر کا اندیشہ بھی نہین اور کسی ضروری امر مین خلل بھی محتمل نہین تو اس حالت مین ایسا مناظرہ مستحب ہی اور چوتھی حالت یہ ہی کہ نہ طالب ہی نہ قبول کی اُمید نہ کسی ضروری امر مین خلل کا احتمال مگر خاص مضرت کا اندیشہ ہی تو اس صورت مین قوی الہمۃ کے لیے عزیمت واولی ہی اور ضعیف الہمۃ کے لیے رخصت اور غیر اولی ہے اور پانچوین حالت یہ ہی کہ نہ طالب نہ توقع قبول اور ساتھ ہی کسی دینی مضرت کا احتمال ہی یا دینی منفعت مہمہ کا فوت محتمل ہی اس صورت مین اُس سے اعراض اور ضروری مین اشتغال واجب ہی قرآن مجید مین اعراض و ترک جدال کا امر ایسے ہی مواقع پر ہی سورۂ عبس کا شان نزول جو قصہ تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے اُسکو تیسری حالت مین داخل سمجھا اور اللہ تعالی نے اُسکو پانچوین حالت مین داخل بتلایا اور چونکہ اس مین داخل ہونا خفی تھا اسلیے ترک واجب کا شبہہ نہین کیا جاسکتا چھٹی حالت یہ ہی کہ مناظرہ کرتے مین تو مخاطب کی نہ کوئی منفعت متوقع اور نہ اُس سے کسی خاص مضرت کا احتمال اور مناظرہ نہ کرنے مین عوام اہل حق کے شبہہ مین واقع ہوجانے کا خوف ہو اور مسئلہ ایسا ہو کہ عوام اہل حق کو اُسکے غلط ہونیکا احتمال بھی نہ ہو تا کہ علمائے اہل حق سے دریافت کرسکین تو اس صورت مین تدبیر واجب ہی۔ اسکی دو تدبیرین ہین ایک یہ کہ خود اہل باطل کو مکالمہ یا مکاتبہ مین مخاطب بنایا جاوے دوسری تدبیر یہ کہ اس سے خطاب نہ کیا جاوے بلکہ عام خطاب سے حق کو ثابت اور باطل کو رد کیا جاوے پس یہ دونون تدبیرین

واجب علی التخییر ہین ان مین سے جس تدبیر کو اختیار کر لیا جاویگا واجب ادا ہو جاوے گا ساتوین حالت یہ ہی کہ قیود مذکورہ حالت ششم کے ساتھ وہ مسئلہ بھی ایسا ہو کہ عوام اہل حق کو اُسکے غلط ہونے کا شبہہ واقع ہو سکتا ہو اس صورت مین خود اُن عوام پر واجب ہی کہ علما رسے تحقیق کرین اور اُنکے استفسار کے وقت علمار پر جواب دینا واجب ہوگا ورنہ بدون سوال رہ سبکدوش ہین اور ان تمام صورتون مین یہ واجب ہی کہ الفاظ او مضمون متانت وتہذیب کے خلاف نہ ہو اگر دوسرا بھی درشتی کرے تو صبر افضل ہی یہ تمام تفصیل وتقسیم مذکور اُن امور مین ہی جو شرعاً مقصود ہون بعض وہ امور ہین جو شرعاً مہتم بالشان نہین جیسے خاندان چشتیہ اور خاندان نقشبندیہ کا باہم متفاضل ہونا یا بعض وہ امور ہین جن مین بحث کرنے یا حکم لگانے سے شارع علیہ السلام نے منع فرمایا ہی جیسے تقدیر کا مسئلہ یا کوئی دوسرا مسئلہ جو اسی کی نظیر ہو یا جیسے باوجود اسکے کہ کسی کا کلام محتمل معنی صحیح کو ہو پھر اُسپر کفر کا حکم لگانا ان مین بحث ومباحثہ کرنا منہی عنہ اور مذموم ہے علی اختلاف مراتب النہی والمنہی عنہ اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ نہ ہر مناظرہ محمود ہی نہ مذموم۔ اور اس تقریر سے تمام اُن نصوص واقوال وعادات ائمہ دین مین جو اس باب مین بظاہر متعارض نظر آتے ہین تطبیق ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ زیادہ مناظرے اس زمانہ مین وہی شائع ہین جو مذموم ہین۔

خلاصہ یہ ہی کہ مناظرہ کا جواز ان شرائط سے مقید ہی۔ وہ مسئلہ دین مین مقصود بھی ہو۔ دل سے یہ عزم ہو کہ حق واضح ہو جاویگا تو فوراً قبول کر لین گے یہ نیت نہ ہو کہ ہر بات کو رد کرین گے گو سمجھ مین بھی آجاوے۔ مخاطب پر شفقت ہو۔ اگر وہ شفقت کے قابل نہ ہو تو صبر اور معدلت کے ساتھ مقابلہ کرے۔ اگر قرائن سے عناد مشاہد ہو تو مناظرہ سے معافی کی درخواست کر کے ترک کر دے۔ الفاظ اور مضمون نرم ہو۔ جو بات معلوم نہ ہو نہ جاننے کے اقرار سے عار نہ کرے وغیر ذلک مما ذکر فی تقریر المبسوط المار آنفا۔ اور جہان یہ شرائط نہ ہونگے

جیسا آجکل مشاہدہ ہی وہان مناظرہ بجائے نافع ہونے کے بالیقین مضر ہوگا
جیسا آج کل اُسکی مضرتین محسوس ہورہی ہین وہ یہ کہ ان فضول لایعنی قصّون
کو دیکھکر عوام الناس علماء سے بدگمان ہوگئے ہین کہ میان ہر شخص دوسرے کی
تکذیب کررہا ہی پھر وہ بزعم خود اذا تعارضا تساقطا پر عمل کرکے سب ہی کو
چھوڑ دیتے ہین یا ایک کی طرف ہوکر دوسرے مقابل کی بے آبروئی اور ایذا رسانی
کے درپے ہوتے ہین اور باہمی عداوت قایم ہوکر جانبین مین غیبت کا دروازہ
الگ کھلتا ہی اور ایک دوسرے کی بے آبروئی کی فکر مین الگ لگے رہتے ہین
اور گروہ بندیان ہوکر مسلمانون کی قوت اور وقعت مین روزانہ ضعف اور انحطاط
ہوتا جاتا ہی کبھی عوام مین باہم مارپیٹائی ہوکر نوبت بعدالت پہنچتی ہی اور ہزارون
روپیون پر پانی پھر جاتا ہی بعض اوقات ان جھگڑون کی بدولت عدالت مین
علماء بلائے جاتے ہین اور وہان دینی کتابین لائی جاتی ہین جنکا وہان کوئی ادب
نہین ہوسکتا پھر بعض اوقات وہ مسائل ایسے فیصل کرنے والے کے سامنے پیش
ہوتے ہین جسکو دینیات سے مس بھی نہین پھر وہ جاہل عالمون کا فیصلہ اوٹ پٹانگ
کرتا ہی اور اس مجموعہ کے سبب بہی منازعین ہوتے ہین پھر اکثر ایسے مقدمات کا
سلسلہ سالہا سال جاری رہتا ہی اور اس مدت مین فریقین ضروری کامون سے
معطل ہوجاتے ہین اور پھر دوران معاملہ مین جو جو امور منکرہ اختیار کرنے پڑتے
ہین جھوٹ اور فریب اور چالاکی جھوٹے گواہ بنانا جھوٹے حلف اُٹھانا اور پھر
اسکا اثر علماء پر پڑتا ہی اور پھر اس سب کو دیکھکر مخالفین اسلام کی نظر مین جو
ذلّت اور خندیدگی اور شماتت ہوتی ہی وہ مخفی نہین پھر ایک بہت بڑی خرابی
یہ ہوتی ہے کہ اگر متخاصمین سے ایک منصف مزاج ہوا اور اُس نے دوسرے
کی تقریر کے کسی جزو کو مان لیا یا جواب صحیح سوچنا ہو ازہ گیا یا حق پرستی کے
سبب کہدیا کہ مجھکو اسکا جواب معلوم نہین کسی سے دریافت کرلونگا یا پھر سوچکر
یا دیکھکر بتلاؤنگا تو عوام جہلاء کے نزدیک گویا وہ ہار گیا اور زیادہ تماشہ دیکھنے والے

عوام ہی ہوتے ہین اور اُسکے ہارنے کے ساتھ اُسکا دعویٰ کیا ہوا مسئلہ بھی غلط ہو گیا۔ ان مفاسد کے ہوتے ہوئے تو مستحب بھی منہی عنہ ہوجاتا ہے چہ جائیکہ جب وہ فی نفسہ بھی بوجہ فقدان شرائط مذموم ہو البتہ اگر کوئی فرد مناظرہ کی بوجہ وجدان شرائط شرعاً مطلوب ہو گو اُس مین اس قسم کے مفاسد بھی ہون تو اُس کا ارتکاب کیا جاویگا اور مفاسد کا حتی الامکان انسداد کرین گے جس کا انسداد خارج از اختیار ہو کچھ پرواہ نہ کرین گے۔

بعضے لوگ ان شرائط و مفاسد سے غض بصر کر کے آجکل کے مناظرون کی مصلحتین بیان کیا کرتے ہین اس تقریر مین غور کرنے سے اُن سب کا جواب بھی نکل آویگا نمونہ کے طور پر بعض جزئیات کو ذکر بھی کیے دیتا ہون مثلاً بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ مناظرہ نہ کرنے سے عوام الناس کے اعتقاد مین خلل پڑجاتا ہی جواب یہ ہی کہ اگر خاص اس مناظرہ نہ کرنے والے سے بداعتقاد ہوجاتے ہین تو یہ کوئی دینی مضر نہین انبیاء مین سے ہر نبی کا ماننا فرض ہی علماء مین سے ہر عالم کا ماننا فرض نہین ہی اور اگر اُس خاص مسئلہ مین اُن کا اعتقاد بدل جاتا ہی یا تذبذب مین پڑتے ہین تو اگر وہ مسئلہ محل اجتہاد ہی تب تو اعتقاد کا بدل جانا کچھ مضر نہین اور اگر وہ محل اجتہاد نہین تو تصحیح اُنکے اعتقاد کی مناظرہ ہی مین منحصر نہین مستقل وابتدائی تقریر یا تحریر سے سمجھانا ممکن ہی یا خود اُن عوام کے ذمہ مین بھی واجب ہے کہ اپنے تردد و تذبذب کو علماء سے رجوع کر کے رفع کر لین یہ کیا ضرور ہے کہ یہ بار بھی علماء ہی کے ذمہ ڈالا جاوے بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ مناظرہ سے حق واضح ہوجاتا ہی یہ مصلحت بھی مصلحت بالا کے قریب قریب ہی صرف عنوان ہی کا تفاوت ہی۔ جواب یہ ہی کہ آجکل کا مناظرہ کسی طرح معیار تعیین حق کا نہین ہوسکتا کیونکہ اگر اُسکو اسطرح معیار قرار دیا جاوے کہ جو ساکت اور مغلوب ہوجاوے وہ باطل پر ہی اور جو بولنے مین غالب ہی وہ حق پر ہی سو یہ تو بالکل غلط ہی بعض اوقات صاحب حق کو بوجہ جواب کے حاضر نہ ہونے کے یا اُس شخص کے حاضر جواب

نہ ہونے کے یا بوجہ متکلم بالباطل کی اُلجھی ہوئی تقریر سے پریشان ومنتشر ہوجانے کے یا اُسکی بدزبانی سے مشتعل وغضبناک ہوجانے کے یا نظر اور فکر فی الجواب مین مشغول ہوجانے کے فی الوقت سکوت ہوجاتا ہی تو کیا اس سکوت سے وہ حق مبدل بباطل ہوگیا غرض جس طرح محاجہ بالسنان مین لبقول الحرب سجال کبھی ایک غالب کبھی دوسرا غالب ہوجاتا ہی اسی طرح محاجہ باللسان مین بھی مشاہد ہی سو کبھی توان عوارض سے صاحب حق کو سکوت ہوسکتا ہی گو آخر مین خود اس مناظر کے واسطہ سے یا دوسرے اہل حق کے واسطہ سے غلبہ حق ہی کو ہوتا ہی یا تو اہل باطل کو سکوت ہوجاویگا یا اہل فہم پر اُسکا باطل ہونا معلوم ہوجاویگا مگر اسکے لیے ابتدائی خطاب بھی کافی ہی مناظرہ کی حاجت نہین۔ اور بعض اوقات کسی جانب بھی سکوت نہین ہوتا یا تو اُس مسئلہ مین کلام کی مجال وسیع ہی یا بالقول ملّا آن باشد کہ چپ نشود + ہر شخص کچھ نہ کچھ کہتا ہی رہتا ہی اور ہر شخص دوسرے کا جواب پھر وہ دوسرا اسکا جواب الجواب پھر وہ پہلا اس جواب الجواب کا رد پھر وہ دوسرا اس رد کا رد وھلم جرا دونون اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہین چنانچہ مسائل اختلافیہ مین دہور واعصار گذر گئے اور بار ہا شتر کتابین ہوگئین مگر آج تک کسی فریق کو سکوت نہین ہوا ہر شخص کچھ نہ کچھ کہتا ہی رہتا ہی اور اگر اس طرح معیار قرار دیا جاوے کہ گو سکوت کسی کو نہ ہو یا فی الوقت صاحب حق کو سکوت ہوجاوے مگر طالبین حق کے جو متردد ہین دونون کی بات سنکر تصفیہ و فیصلہ کرلینگے اور حق وباطل مین تمیز کرلینگے سو اول تو عوام الناس کا فیصلہ کہان تک قابل اعتبار ہی جب فہم نہ ہو۔ ممکن ہی کہ باطل والے کی تقریر کو وہ سمجھ لین اور اہل حق کی نہ سمجھین دوسرے اگر وہ عامی فہیم ہی تو اُسکے لیے مناظرہ ہی کی کیا ضرورت ہی مستقل تقریر کو سُننا سُنانا بھی اس غرض کے لیے کافی ہوسکتا ہی جیسا ابھی اوپر بیان ہوا بعض لوگ کہتے ہین کہ علماء کلام نے ہمیشہ مناظرہ کیا ہی سو اول تو بعض اکابر نے بعض وجوہ کلام پر خود انکار بھی کیا ہی جیسا اوپر احیاء العلوم وغیرہ کا

حوالہ دیا گیا ہی پھر جو طرق مقبول ہوئے ہین وہ ایسے نہین جیسا آجکل کا طرز ہو گیا ہی۔ کتابین دیکھ لیجیے کیسی تہذیب متانت سے مخالف پر رد کیا ہی اور ضروری پر اکتفا کیا ہی نہ ضلع ہی نہ جگت ہی نہ پھکڑ ہی نہ ہر ہر لفظ کا رد ہی نہ لایعنی الفاظ یا مضامین ہین نہ لفظی مواخذات ہین نہ عنادی مناقشات ہین مخالف کے وجوہ محتملہ کا خود ابداء کرتے ہین جو قابل قبول ہوا مان لیتے ہین جو قابل رد ہوا طریقہ حسنہ سے رد کرتے ہین سو کہان یہ مناظرہ اور کہان آجکل کا مشاجرہ ان دونون کے فرق کے لیے بیساختہ یہ مصرع یاد آتا ہی ع انچہ مردم میکنند بوزینہ ہم۔ یہ بحث ضروری تھی مجادلین کے باب مین جنکی غرض طلب جاہ یا بزعم خود خدمت دین ہے جسپر اس آیت کا پڑھنا بالکل صحیح ہی افمن زین لہ سوء عملہ فراٰہ حسنا۔ بعضے لوگ وعظ کو طلب جاہ کا آلہ بناتے ہین جیسا بعضے اسکو طلب مال کا آلہ بناتے ہین جن کا ذکر اس فصل کے شروع مین ہو چکا ہی حدیث مین اسکی مذمت بھی آئی ہی عن عوف بن مالک الاشجعیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقص الا امیر او مامور او مختال رواہ ابوداؤد ورواہ الدارمی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ و فی روایتہ او مراءٍ بدل او مختال۔ وعن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تعلم صرف الکلام لیسبی بہ قلوب الرجال او الناس لم یقبل اللہ منہ یوم القیمۃ صرفا ولا عدلا رواہ ابوداؤد۔ اور ایسا شخص اُس قاصد مال سے بھی بدتر ہی کیونکہ طالب مال طبعًا اپنے کو ذلیل وحقیر سمجھتا ہی اور یہ شخص اپنے کو بڑا اور مال نہ لینے کے سبب اپنے کو مقدس سمجھتا ہی اور ایسے شخص کے وعظ مین مسلمانون کی تحقیر اور ایذا اور طعن بلکہ سب وشتم کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا جاتا بلکہ بڑا حصہ اسکے وعظ کا یہی ہوتا ہی علماء ورثہ ہین انبیاء علیہم السلام کے اُن کو ویسی ہی شفقت امت ضروری ہی اور ایک مشترک خرابی طالب مال وجاہ واعظین مین یہ ہی کہ بدون

کافی علم کے وعظ کہنے لگتے ہیں اور مسئلہ پوچھنے پر کبھی نہیں کہتے کہ ہم نہیں جانتے خود اسپر بھی یہ حدیث ہے فضلوا واضلوا کی وارد ہیں اور حدیث مذکور لا یقص الخ سے تحقیق و تحقیق اعظین پر شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ نہ امیر ہیں نہ مامور من الامیر پس یہ بھی محتال ہونگے جواب یہ ہے کہ عام اہل ایمان کی رغبت و اتفاق بجائے امر من الامیر کے ہے کیونکہ امیر کی امارت بھی اسی اتفاق پر مبنی ہے۔

حاصل فصل کا یہ ہے کہ علم دین پڑھکر اسکو آلہ دنیا کا مال کا یا جاہ کا بنانا علماء سوء میں داخل ہونا اور امت کے لئے مضر بننا ہے مال اور جاہ بقدر ضرورت دوسرے ذرایع سے حاصل ہو سکتے ہیں بلکہ بلا اکتساب ہی اللہ تعالےٰ مخلصین متقین کو عطا فرماتے ہیں جیسا وعدہ ہے قال اللہ تعالےٰ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب وقال اللہ تعالےٰ ہم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا وللہ خزائن السموات والارض۔

الباب الاول

تیسری فصل بعض دنیاداروں کا یہ اعتراض ہے کہ مولوی ہو کر پست خیالی اور کم ہمتی اور ذلت پسندی اور تنگ چشمی و دنارت اور قوۃ انتظامیہ کی کمی وغیرہ صفات رذیلہ پیدا ہو جاتی ہیں چنانچہ طلبہ عربی کے حالات دیکھنے سے اس کا پتہ چلتا ہی اسی لئے ان صاحبوں کو علوم دینیہ سے بددلی و بے رغبتی ہو گئی اور اپنی اولاد کے لئے ان رذایل کے اندیشہ سے مولویت کو پسند نہیں کیا یہ ہی حال ان صاحبوں کے حال او خیال کا در باب علم دین و علماء دین کے۔ مگر ان صاحبوں نے ان احکام میں حقیقت شناسی سے کام نہیں لیا بالکل سطحی نظر سے نہایت عجلت کے ساتھ بلا ثبوت فیصلہ کر دیا جسکی بنا پر خود ان صاحبوں پر اگر نا واقفی و بے تحقیقی و توہم پرستی و ظاہر بینی و کوتہ نظری کا الزام لگایا جاوے تو بالکل صحیح ہے اب میں حقیقت واقعیہ عرض کرتا ہوں بات یہ ہے۔ کہ ان

الفاظ کے (جنکو صفات رذیلہ کا معبر ٹھیرایا ہے) اول صحیح مفہومات کی تعیین ضروری ہے تاکہ اس کا فیصلہ ہو کہ آیا ان حضرات معترضین نے اون ہی مفہومات مین ان کا استعمال کرکے اہل علم مین اونکا تحقق تحقیق کرلیا ہی یا اون مفہومات صحیحہ کو چھوڑکر دوسرے معنی اپنی اصطلاح مین ٹھیرالئے ہین سو جہان تک ان حضرات معترضین کے اقوال و افعال مین غور کرنے سے سمجھہ مین آیا ہے یہ ہے کہ اونہون نے دنیا مین مال کی ترقی نہ کرنے کو پست خیالی اور ترقی کی فکر و تدبیر نہ کرنے کو جو کہ قناعت ہی کم ہمتی اور اخلاق مین۔ جاہ و کبر کی تحصیل نہ کرنے کو اور وضع مین سادگی اختیار کرنے کو ذلت پسندی اور اپنی پرائے کے حقوق کے امتیاز کو تنگ چشمی اور اسراف نہ کرنے کو دنارت اور دنیوی فضولیات مین انہماک اور دلچسپی نہ ہونے کے سبب اپنے بعض مصالح مین فروگذاشتون کو فقدان قوت انتظامیہ نام رکھہ لیا ہے اور اکثر اہل علم مین ان امور کو دیکھکر اون کی طرف صفات رذیلہ کو منسوب کیا ہے سو واقعی ان امور کا اکثر اہل علم مین ہونا مسلم مگر کیا یہ امور واقعی رذایل ہین یا خلاف ان کے زعم کے فضایل ہین۔

تو مسلمان ہونے کی حیثیت سے تو قرآن و حدیث اسکے فیصلہ کے لئے کافی ہے آیت کریمہ زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرة من الذہب والفضة والخیل المسومة والانعام والحرث ذلک متاع الحیوة الدنیا واللہ عندہ حسن المآب قل اؤنبئکم بخیر من ذلکم للذین اتقوا عند ربہم جنات تجری من تحتہا الانہار الخ اور آیت کریمہ الذین ضل سعیہم فی الحیوة الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اور آیة کریمہ ان اللہ لا یحب کل مختال فخور اور آیة کریمہ وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما اور لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل اور ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین اور حدیث المومن غر کریم والمنافق خب لئیم وغیر ذلک من الآیات والروایات کو غور کریئے تو معلوم ہوگا کہ یہ صفات مذکورہ جو اہل علم مین پائے جاتے ہین آیا رذایل ہین یا فضایل

اور مصنفین نے ان کا نام رذایل قرار دیکر انکے مقابلہ مین جو فضایل ٹھیرائے
ہین بالخصوص مین اون پر وعیدین وارد ہین اور شریعت مین اونکے یہ نام ہین
حرص و طول امل کبر عجب اتلاف حقوق اسراف و تبذیر حب الدنیا و غفلت من الآخرة
تواب شریعت کے فیصلہ کو مانین یا ان مخترعین کا اور اگر کوئی صاحب اسلامی فیصلہ
پر راضی نہون تو حکمت و اخلاق کی کتابون کو دیکھ لیجئے کہ جن عنوانات کے مقابلہ
مین وہ الفاظ قبیحہ موضوع کئے ہین آیا اونکو اخلاق حمیدہ مین ذکر کیا گیا ہے
یا اخلاق ذمیمہ مین اور اگر کتب اخلاق بھی حجت نہین بلکہ خود یہ اپنے قول ہی کو
حجت سمجھتے ہین تو ہمکو بھی مقابلہ مین یہ کہنے کا حق ہے کہ نہین ہمارا ہی قول حجت ہے
خاصکر جبکہ موید با ارشادات انبیاء و حکماء بھی ہو۔ اب اون صفات کو سنئے جو علم
دین نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہین اور اوس حالت مین اور زیادہ پیدا ہوتی ہین
جب علم دین نہ ہونے کے ساتھ دوسرے علوم باطلہ یا صحبت اہل باطل نے بھی اثر کیا
ہو اونکے یہ عنوانات ہین قارونیت۔ فرعونیت ظلم۔ حمق حرز برہ جنکا حاصل بلفظ دیگر
حرص و طول امل وغیرہ ہے جن پر وعیدین وارد ہین تو اگر علماء دین کو پست خیال
ذلیل وغیرہ کہا جاویگا تو اس سے زیادہ ضروری ہے کہ انکے مقابل دوسری جماعت
کو قارون فرعون کہا جاوے اور اگر ان الفاظ کے صحیح معنی لئے جاوین یعنی پست خیالی
یہ کہ فقط اپنی تن پروری و شکم پروری سے مطلب ہو اور دوسرونکو نفع پہونچانیکا
خیال نہ ہو اور کم ہمتی یہ کہ مشقت سے گھبرا دے اور آرام کی فکر مین رہے اگرچہ حقوق
ضروریہ تلف ہونے لگین اور ذلت یہ کہ مال کو آبرو پر مقدم رکھے اور اسکی تحصیل
مین غیرت اور حیا کو طاق مین رکھدے اور تنگ چشمی یہ کہ ذرا ذرا چیز مین بخل
کرے اور شریعت اور مروت کو چھوڑ دے تعلقات واجبۃ الحفظ کی کچھ پرواہ نہ کرے
اور دنایت وہی جو حاصل ہے ذلت و تنگ چشمی کا اور فقدان قوت انتظامیہ
یہ کہ اوقات کا پابند نہ ہو جن ضوابط و آداب معاشرہ کے ساتھ دوسرے کی مصالح
وابستہ ہون اون مین اختلال کرے جس سے دوسرے کی مصلحتین فوت ہوتی

ہو نسو اگر یہ مراد ہی تو بلا شبہ یہ اخلاق رذیلہ ہین اور یہ بھی مسلم ہے کہ بعض محصلین علم مین یہ اخلاق رذیلہ پائے جاتے ہین لیکن دیکھنا یہ ہی کہ آیا یہ علم دین کا خاصکر اثر ہے یا کسی اور چیز کا تو سو اسکا فیصلہ نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے وہ اسطرح کہ یہ دیکھا جاوی کہ آیا یہ اخلاق رذیلہ سب اہل علم مین ہین یا بعض مین ہین بعض مین نہین شق اول تو بالمشاہدہ غلط ہے صرف دوسری شق متعین ہی تو اتنا تو ثابت ہوا کہ یہ علم دین کا اثر نہین ہے ورنہ سب مین ہوتا تو ضرور کوئی دوسری چیز کا اثر ہے سو وہ دوسری چیز میری تحقیق مین خاندان اور صحبت کی کمی ہے یعنی بعضے لوگ خاندانی حیثیت سے پست خیال و دنی ہوتے ہین اور اخلاق مین خاندان کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے بعض اوقات یہ لوگ اپنے شوق سے یا اسباب اتفاقیہ سے یا بعضے کہانا کپڑا چلنے کی غرض سے علم دین مین مشغول ہوجاتے ہین اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ محض تعلیم تبدیل اخلاق کے لئے کافی نہین ہا وقتیکہ یا وہ فطری ہو یا اوسکے لئے خاص تدابیر اختیار کی جاوین جن تدبیرون کو حضرات اہل طریقت نے مدون فرمایا ہی اور جن کا نفاذ حضرات مشائخ کی صحبت مین ہوتا ہی اور وہی راز ہے بیعت وخدمت مشائخ کا تو یہ شخص فطری طور پر تو خاندانی اثر سے خسیس و دنی ہے اور صحبت کا اتفاق ابھی ہوا نہین اور نری تعلیم اسکے لئے کافی نہین تو اب لا محالہ اس شخص مین یہ رذایل موجود ہون گے اور وقتاً فوقتاً اس کے افعال مین اون اخلاق رذیلہ کے آثار نظاہر ہون گے اب دیکھنے والے انکو دیکھکر تمام اہل علم کو ان پر قیاس کرکے سب پر ایک حکم لگاتے ہین اون کے مقابل اون اہل علم کو کیون نہین دیکھتے جو خاندان سے عالی ہین یا فطرۃً سلیم ہین یا صحبت نے اونکو درست کردیا ہی ان کو دیکھین تو معلوم ہوجاوے کہ ان رذایل کے اسباب دوسرے ہین اور افسوس ہے کہ اسوقت چونکہ عالی خاندان لوگون نے سراپا انگریزی کو اوڑھنا بچھونا بنالیا ہی اور کثرت سے ایسے ہی لوگ پڑھنے لگے جو خاندان سے دنی و بیہات مین رہنے کے سبب صحبت و تہذیب

عاری اور اسباب تبدیل ابھی مجتمع نہین ہوی تو لامحالہ بہت سے لوگ ایسے ہی نظر آوینگے بلکہ حقیقت یہ ہی کہ علم دین نے کسیقدر اونکو مہذب بنادیا ہی اگر علم دین ہی نہ ہوتا تو اور زیادہ بے تہذیب ہوتے جیساکہ ان لوگون مین بے علمون کو دیکھا جاتا ہے تو علم دین نے پھر بھی کچھہ نہ کچھہ تہذیب ہی کی ہی پس علم دین کا اثر بے تہذیبی ہونا کیسے صحیح ہوسکتا ہی اور اگر ایسی طبیعت کے لوگ انگریزی پڑھتے تو ان سے بھی زیادہ رذایل اون مین پائے جاتے کیونکہ علوم دینیہ مین تعلیم تو ہی تہذیب کی وہان تو یہ بھی نہین اور اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس الزام کے زیادہ مورد معزز اصحاب کا طبقہ ہی انکو اعراض کے سبب دوسرے خاندان کے لوگ اہل علم مین زیادہ پائے گئے اونکو دیکھکر بقاعدہ للاکثر حکم الکل سب پر یہ گمان ہوا اگر یہ خاندانی لوگ علوم دینیہ کی طرف توجہ کرتے اور اپنی اولاد کو اسمین کامل بناتے تو کثرت سے علما ان مین پائے جاتے اور بوجہ علو خاندان کے ان مین فضائل طبعیہ زیادہ ہوتے۔ اور رذائل مذکورہ مفقود ہوتے تو جب اکثر علما ایسے نظر آتے تو للاکثر حکم الکل کے قاعدہ سے علما کو جامع فضایل اخلاقیہ سمجھا جاتا اور علم دین پر اس اثر کا گمان ہوتا چنانچہ جو علما خاندانی ہین پھر خصوص اگر اونکو اہل طریق کی صحبت میسر ہوگئی اونمین تو کسیکو پست خیال کم ہمت تنگ چشم دکھلائے گو کپڑے اور سامان اونکے پاس امیرانہ نہ ہو مگر اوس مین بھی شان اون کی یہ ہے ؎

بہین حقیر گدایان عشق را کاین قوم ... شہان بے کمر و خسروان بے کلہند
گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بین ... کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم
موحد چہ بر پائے ریزی زرش ... چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد ز کس ... ہمین ست بنیاد توحید و بس

بلکہ مین دعوی کرتا ہون کہ بدون علم دین کے فضایل اخلاقیہ دسیر چشمی و بلند نظری و عالی دماغی و تہذیب و اعتدال افعال و انتظام اقوال میسر ہونا ممکن نہین چنانچہ بے علم امرا مین ان اخلاق کا کہین نام بھی نہین ہوتا لیکن

مالی کی بدولت خوشامدیون کا اجتماع رہتا ہی اور وہ تحسین کرتے رہتے ہین اسلئے
اون عیوب پر پردہ پڑا رہتا ہی بقول مولانا ع خواجہ را مال ست و اہل عیب پوش
لیکن محققین کی نظر مین وہ پردہ ساتر نہین وہ اس حالت مین بھی اونکو قابل قدر
نہین سمجھتے بلکہ بعض اخلاق تو ایسے مذموم ہوتے ہین کہ عوام بھی نفرت کرتے ہین۔
مگر ڈر کے مارے کچھ کہہ نہین سکتے اور بعض اوقات پیچھے کہتے بھی ہین اور جس روز
یہ پردہ اوٹھ جاویگا کما قال اللہ تعالے فکشفنا عنک غطاءک اوس روز سب
حقیقت ظاہر ہوجاویگی قال اللہ تعالے یوم تبلی السرائر دلیل ؎

فسوف ترى اذا انكشف الغبار | افرس تحت رجلك ام حمار

پس بفضلہ تعالے اس شبہ کا کہ علم دین سے مثل اخلاق رذیلہ پیدا ہوتی ہین
بالکلیہ قلع و قمع ہوگیا۔

باب اول کی تیسری فصل کی بعض اجزاء کی ضروری توضیح اور تفسیر

صفات دینیہ مذکورہ فصل بالا مین سے بعض کا جو شبہ اہل علم مین ہوجاتا ہی منشاء
اشتباہ اونکا بعض واقعات جزئیہ ہین جنکی عمق تک نظر کرنے سے معترضین کو
غلطی واقع ہوجاتی ہے۔
مثلاً بعض طلبہ و علماء کو دیکھا جاتا ہی کہ لکھی ہوئے لفافے دوسری طرف سے
الٹ کر گوند سے جوڑ کر کام مین لے آتے ہین لوگ اسکو دنائت و خست سمجھتے ہین
حالانکہ غور کرکے دیکھا جاوے تو حقیقت اسکی مال کو اضاعت سے بچانا ہی گو اس
درجہ تک کی حفاظت واجب نہو لیکن محمود اور اولی ہونے مین تو شبہ ہی نہین
متمدن اقوام کی عموماً اسپر مدح کی جاتی ہی کہ کوئی چیز بیکار نہین چھوڑی ہر چیز سے
گو وہ کیسی ہی ناکارہ نظر آوے کام لیتے ہین حتے کہ چیتھڑے گودڑون کا کاغذ
بنتے ہوئے خود احقر نے دیکھا ہی تعجب ہی کہ اسپر تو مدح ہو اور اس کی نظیر پر خردہ
گیری کیجاوے نہایت ہی انصاف سے بعید ہے۔

اور مثلاً بعض اہل علم جب اپنی نام کے آئے ہوئے خطوط مین ایک سادہ کاغذ جڑا ہوا دیکھتی ہین جس کا آج کل عام رواج ہوگیا ہی تو وہ اوسکو جدا کرکے رکھہ لیتے ہین اور کام مین لاتے ہین اس مین بہی اعتراض کی اور جواب کی تقریر مثل مثال اول کے ہے اتنا فرق ہوگا اوپر کا فعل واجب نہ تہا اور یہ واجب ہی کیونکہ اوپر کی صورة مین گو نہ سی انتفاع تو ہو چکا ہی تو کرر انتفاع کا اہتمام نہ ہونا اضاعت بمعنی عینہا نہین ہی اور یہان اوس کورے کاغذ سے کوئی نفع حاصل نہین کیا گیا تو اوس سے کام نہ لینا بالکلیہ اضاعتہ مال ہو جس سے نہی آئی ہے۔ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قیل وقال وکثرة السوال واضاعة المال الحدیث اور اسکے مقابلہ مین ان کورے کاغذ لگانے والون کو بلا شک وشبہ مسرف ومبذر کا لقب دیا جاویگا اور کوئی یہ شبہ نکرے کہ چہدام کے کاغذ مین کیا اسراف ہوگا اہل قانون خوب جانتے ہین کہ جب غبن جرم ہی تو ہزار روپیہ کا غبن جیسا جرم ہی ویسا ہی ایک پائی کا غبن بہی جرم اور اسکا مرتکب بہی اوسیطرح مستحق سزائے فوجداری کا ہوتا ہی جیسا کہ زیادہ غبن کا مرتکب پہر کیا وجہ کہ قانون شرعی مین چہدام کے کاغذ کے برباد کرنیکو جرم اسراف مین داخل کرنے پر تعجب کیا جاوے۔

تنبیہ

بعض مدارس اسلامیہ مین بہی اس کا رواج ہو چلا ہی احتیاط واجب ہی فقط

اور مثلاً بعض اہل علم پیسہ پیسہ کو سمجہہ کر سوچکر اوٹہاتے ہین ہر چیز کم خرچ کرتے ہین۔ بے دریغ خرچ نہین کرتے اس سے بخیل مشہور کر دیے جاتے ہین حتی کہ بطور لطیفہ کے مشہور ہے کہ مولوی لوگ تو پہلے ہی صرف نحو پڑہ لیتے ہین (یہ نحو خرابی کی ہی نحو کی) مگر اسکو بخل سمجہنے والون کی حالت یقیناً مصداق ہی اس مصرع کی ع حفظت شیئاً وغابت عنک اشیاء۔ یعنی انکا ایک نوع کا واقعہ تو دیکہا کہ وہ کفایت شعاری کرتے ہین مگر اور تین نوع کے واقعی اس سے زیادہ مہتم بالشان ہین دیکہیے ایک یہ کہ جہان اپنے پیسہ پیسہ کی حفاظت کرتے ہین

وہان دوسرے کی ایک ایک کوڑی کا پاس کرتے ہین یعنی ایک کوڑی کسی کی انکے
پاس رہ جانا گوارا نہین کرتے ہین ایک ایک پیسہ کے لقطہ کے مالک کو سخت اہتمام
سے تلاش کرتے ہین ہمارے ایک بزرگ اتفاق سے کبھی مدرسہ مین بیٹھکر کوئی
اپنا خط لکھہ لیتے حالانکہ متولی وقیم کے لئے ایسے استعمالات مین تنگی نہین مگر وہ اسکو
بھی گوارا نہ فرماتے اور خط لکھنے کے بعد مدرسہ مین ایک پیسہ داخل فرما دیتے کہ
مدرسہ کی روشنائی خرچ ہوئی ہے ہم نے بعض کو دیکھا ہے کہ اونھون نے خط
کا یا اوس سے بھی کم تعویذ کا کاغذ مانگا اور کسی نے حاضر کیا اور معلوم ہو گیا کہ کسی
نابالغ بچہ کی ملک ہے تو ہرگز نہین لیا۔ واپس کر دیا۔ تو اگر انکو پیسہ سے
محبت ہوتی تو ایسے استفاعات سے کیون احتیاط کرتے حب مال کے لئے تو حرص
وطمع لازم ہے اس سے معلوم ہوا کہ بخل وحب مال اس کا سبب نہین بلکہ
خدا تعالے کی نعمت کی قدر کرتے ہین اور حقیقت حقوق کی سمجھتے ہین اور حدود شرعیہ
وعقلیہ کی حفاظت کرتے ہین دوسرا واقعہ یہ کہ جہان ایک ایک پیسہ سوچ کر دیتے
ہین وہان جس جگہ خرچ کرنا شرعاً یا عقلاً ضروری ہو وہان ہزارون روپیہ کو
ایک خس کی برابر نہین سمجھتے اور سب سے زیادہ تقاضا خرچ کا انکے قلوب
مین پیدا ہو جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مین تردد و توقف کا سبب
بخل نہین ورنہ جو شخص ایک پیسہ مین بخیل ہوگا وہ ہزارون مین کیسے سخی ہو جاویگا
بلکہ سبب اوس کا یہ ہے کہ علم وعقل اونکے کامل ہو جاتے ہین اور ان دونون کا
مقتضا یہ ہے کہ جب تک کسی فعل کی غایت سمجھ مین نہ آوے اوس فعل کو نہ کرے
پس اسی لئے صرف کرنے کی بھی غایت کو وہ سمجھنا چاہتا ہے جب تک سمجھ مین
نہین آتی خرچ سے رکتا ہے اور جب سمجھ مین آجاتی ہے سب سے زیادہ خرچ
کرنے والا بھی ہوتا ہے رہا یہ کہ بے علم اور دنیا دار بھی تو کچھ غایت سمجھ ہی لیتے ہین
کیونکہ بدون اسکے تو صدور فعل اختیاری کا محال ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
وہ غایت ایسی دقیق نہین جس مین تامل سے کام لیا جاوے پھر اہل علم صرف کے

کیون رُکتے ہین اس کا جواب یہ ہی کہ اہل دنیا کے نزدیک جو غایت ہی وہ اِن صاحبون
کے نزدیک غایت ہی نہین یعنی نام ونمود وشہرت وتفاخر وغیرہ۔ بلکہ غایت وہ ہی
جس کے لیے مال موضوع ہی عقلاً وشرعاً سو وہ بعض مواقع پر دقیق وغامض ہوتی
ہے کہ اُس مین تامل سے کام لیا جاتا ہے۔

تیسرا واقعہ یہ کہ جہان صرف مین کمی کرتے ہین تحصیل مین بھی کمی کرتے ہین اور یہ نہین
کہ اُن کو زیادہ ملتا ہی نہین ہمارے چشم دید واقعات ہین کہ اُن کو بہت بہت ملتا
ہے اور وہ عذر وانکار کر دیتے ہین کہ ہمارے پاس کافی ہی زیادہ کیا کرین گے نیز
اگر اتفاق سے اُن کے پاس زیادہ سامان ہو جاتا ہی وہ اُس سے متوحش ہو کر
اپنے پاس سے جُدا کر دیتے ہین کسی جگہ تھوڑی تنخواہ ملتی ہی اور دوسری جگہ سے زیادہ پر
بلائے جاتے ہین مگر نہین جاتے کہ زیادہ کیا کرنا ہی تو کیا یہ بخل کے آثار ہین معلوم ہوتا ہے
کہ عاقل ہین ہر شی مین ضرورت پر نظر ہی آمدنی مین بھی خرچ مین بھی اور کوئی شخص
یہ شبہہ نہ کرے کہ یہ اخیر کا واقعہ تو ظاہری مولویون مین نہین دیکھا جاتا صرف درویشون
کے ساتھ خاص ہی سو اول تو پہلے دو واقعے ہی جواب کے لیے کافی ہین تیسرا نہ سہی
دوسرے مولوی سے مراد عالم باعمل ہی آپ اُس کا نام درویش رکھ لیجیے جو ایسا
نہ ہو وہ ہمارے نزدیک مولویون مین داخل نہین صرف لفّاظ ہی ہم صرف عربی
زبان جاننے والے کو مولوی نہین کہتے۔ مصر اور بیروت مین بہت عیسائی اور یہودی
عربی دان ہین تو کیا ہم اُن کو مقتدائے دین کہین گے اور یہان ہی سے جواب ہو گیا
ایک دوسرے شبہہ کا بھی کہ بعضے مولوی اوّل کے دو واقعے سے بھی معرّا ہوتے
ہین پرائے مال مین ذرا احتیاط نہین کرتے دوسرے کے حقوق کو ٹالتے ہین کسی
کی کتاب لیکر نہین دیتے یا بے پروائی سے ضائع کر دیتے ہین سو اس کا جواب بھی
یہی ہی کہ یہ سب اقتضائے علم کے خلاف ہی ایسا شخص ہمارے نزدیک علما مین
داخل نہین پھر یہ کہ جس شخص مین یہ بے احتیاطیان ہوتی ہین اکثر اُن کو حقوق کے
دینے بھی نہین دیکھا وہ اُن مین بھی لاابالی ہوتے ہین سو اُن پر بخل کا شبہہ بھی نہین

واقع ہوتا جو جواب دیا جاوے گو اُس سے بڑھکر اُس مین عیب ہو یعنی عدم مبالاۃ فی الحق الواجب۔ مگر اس وقت کلام شبہہ بخل مین ہی۔ اسی شبہہ بخل کی ایک فرع ہی بعضے مولویون کا بہت باریک قلم سے کارڈ پر بہت سی عبارت لکھدینا لیکن اسکے ساتھ ہی ایک دوسرا واقعہ اس کے جواب کے لیے کافی ہی وہ یہ کہ جس جگہ مخالفت قانون کے سبب شریعت اجازت نہین دیتی وہان ایک حرف لکھنا بھی گوارا نہین کرتے مثلاً ایک طالب علم کا ارادہ کسی دوست کو اپنی خیریت کا ایک کارڈ لکھنے کا تھا جو اس کے پاس سے ابھی دوسرے شہر چلا گیا تھا اتنے مین ڈاکیہ آیا اور اُس نے اُسی دوست کے نام کا ایک کارڈ جو اس طالب علم کے معرفت تھا اُس کو دیا اور اُسکے موجود نہ ہونے کی اطلاع پر ڈاکیہ نے درخواست کی کہ آپ اس کا پتہ بدلکر ڈاک مین چھوڑ دیجیے اب میدان خالی ہی اور یہ طالب علم قادر ہی کہ اُسی کارڈ کے بین السطور مین اپنی خیریت لکھدے اور ڈاک مین چھوڑ آئے اور اس طرح سے اس کا کارڈ بچ جاوے لیکن چونکہ قانون سے یہ ممنوع ہی اور ان مسائل مین قانون کے خلاف کرنا شرعاً جائز نہین اسلیے یہ شخص کبھی ایسا نہین کرے گا اسی طرح بہت دفعہ خود میرے پاس ایسے خطوط آجاتے ہین جن کا ٹکٹ ڈاکخانہ کی مُہر سے صاف بچ جاتا ہی مین اُس خط کے پڑھنے سے بھی پہلے یہ کام کرتا ہون کہ اُس ٹکٹ کو چاک کرکے پھینک دیتا ہون حالانکہ اگر کوئی اُس کا استعمال کرے تو کسی کو پتہ بھی نہ چلے مگر تدین اسکی اجازت نہین دیتا اس لیے ایسا نہین کیا جاتا۔ اسی طرح سب اہل علم اس تدین پر عمل کرتے ہین ان واقعات سے ہر عاقل اندازہ کرسکتا ہی کہ کارڈ پر باریک قلم سے لکھنے کا سبب بخل نہین ہی ورنہ دوسرے مواقع پر اُس بخل کے آثار کیون نہین ظاہر ہوتے بلکہ منشاء اُس کا بلا ضرورت زیادہ صرف نہ کرنا ہی جو عین مقتضائے دانشمندی ہی البتہ اسکے امثال مین اتنا غلو کرنا کہ نگاہ پر زور پڑے یا وقت زیادہ صرف ہو جس مین دوسرا ضروری اور مفید کام کرسکتا تھا یہ بیشک مذموم ہی کہ دھیلہ کا تو فائدہ کیا اور [illegible] وقت کا کہ لاکھون روپے کی چیز ہی اُس مین نقصان کیا۔ اور مثلاً اکثر وضع [illegible]

سادہ اور کبھی اپنے گھر کا دُھلا ہوا اور کبھی پیوند وغیرہ لگا ہوا کبھی بند یا بٹن کھُلا ہوا
دیکھا جاتا ہی اس سے اُن پر تذلل کا شبہہ کیا جاتا ہی لیکن اس شبہہ سے معلوم ہوتا ہی
کہ تذلل کی حقیقت ہی یہ حضرات نہین سمجھے جو تواضع کو تذلل سمجھا حقیقت یہ ہی کہ عزت
کا مدار استغناء اور تذلل کا مدار اظہار احتیاج ہی لباس و وضع کو اس مین اصلا دخل
نہین اگر کپڑے پرانے ہون مگر ہفت اقلیم کے سلطان کا بھی دست نگر نہین وہ معزز
ہے اور اگر وضع و لباس نوابون کا سا ہی ہزار روپیہ تنخواہ ہی ہزار روپیہ جائداد کی آمدنی
ہے سامان امیرانہ بھرا ہی مگر نظر اسپر ہی کہ اس مقدمہ مین کچھ مل جاوے فلان معاملہ
مین کچھ ہاتھ آجاوے گو کہ رشوت ہی وہ شخص بالکل ذلیل ہی پس اہل علم کی یہ وضع کبھی تو
محض تواضع کے سبب ہی کہ اپنے کو بڑا آدمی نہین سمجھتے اور یہی بڑائی کی علامت ہی
اور کبھی غایت مشغولی مہمات و امور عظام مین اس کا سبب ہوتا ہی چنانچہ مشاہدہ اور
امر طبعی ہی کہ جو شخص کسی مہتم بالشان اور جلیل القدر کام مین منہمک و مستغرق ہوگا اُس کو
اپنی تن آرائی اور شکم پُری کی فرصت بھی نہ ملے گی چنانچہ تقریبات کے مہتممین اور
سرکاری وقتی خدمات کے منتظمین کی حالت دیکھی جاتی ہی کہ وقت پر کھانا بھی یاد
نہین رہتا کئی کئی روز کپڑے بھی بدلنے مین نہین آتے کیا یہ تذلل ہی بلکہ غایت عزت
ہے کہ اپنے منصبی فرض کو کس اہتمام سے انجام دے رہا ہی۔ اسی طرح تجربہ ہی کہ ریفارمر
اور مصلح جس درجہ خدمت اصلاح مین مستغرق ہوگا اُسی درجہ اُس کو اپنے تن بدن
سے بے التفاتی ہوگی سو یہ صفت تو قابل قدر ہی نہ کہ محل اعتراض اور مثلاً یہ کہ
اکثر طالب علمون کے حجرون مین کوڑے کا ڈھیر لگا رہتا ہی کبھی توفیق نہین ہوتی کہ
اُس کو صاف کرلین یہ بھی غایت کم ہمتی ہی اس شبہہ مین کچھ واقعیت ضرور ہی
مگر منشا اس کا صرف کم ہمتی نہین بلکہ اس کے ساتھ ایک دوسری بات بھی ہے
یعنی انہماک تحصیل علوم مین کہ اُن کو ایسے جزئیات کے لیے نہ وقت ملتا ہی نہ اُس
طرف توجہ ہوتی ہی اگر کم ہمت ہوتے تو رات رات بھر کیسے جاگتے کوئی دوسرا
جاگ کر تو دکھلا دے اگر کم ہمت ہوتے تو دھوپ مین بڑی بڑی مسافتین طلب علم

کے لیے کیسے قطع کرنے فقر وفاقے کیسے جھیلنے کیا یہ علامتین کم ہمتی کی ہین اور یہ نہ سمجھا جاوے کہ یہ عمل اضطراری ہی ہرگز نہین اسکی زندہ نظیرین موجود ہین کہ اُن کو اس حالت مین آرام کی نوکری مختصر تعلیم کی ملتی ہی تنخواہ بھی اچھی ہی قدر و منزلت بھی خوب ہے آسایش کا سامان بھی ہی مگر علوم مین ترقی نہین بس اتنی بات پر تمام عیش پر خاک ڈالکر دیوانون کی طرح بے سر و سامانی مین ایک مدرسہ کو قبلۂ توجہ بناکر چل کھڑا ہوا اور مہینہ بھر مین پاؤن مین آبلے لیکر مدرسہ پہنچا اور چار مہینے وہان فاقہ کی مصیبت اُٹھائی مگر بزبان حال نہایت استقلال کے ساتھ نواسنج ہی کہ ۔ ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید ۔ یا تن رسد بہ جانان یا جان ز تن برآید

صاحبو یہ شخص قومی انجمن کا ڈرایور ہی ۔ ڈرایور کو غسل اور صابون ملنے کی اور کوئلون کو جھاڑنے کی فرصت کہان اگر فرسٹ وسکنڈ کلاس کے متنعم اس پر اعتراض کرین اور یہ نہ سمجھین کہ ہم ولایت اسی کی بدولت پہنچے ہین اور وہان سے ڈگریان حاصل کرکے فرسٹ وسکنڈ کا سفر کر رہے ہین تو نادانی نہین ہی تو کیا ہی مگر یہ ڈرایور نہایت متانت سے اُن کے سب اعتراضون کے جواب مین اتنا کہدیتا ہی ع

کجا دانند حالِ ما سبکساران ساحل ہا

اور جتنی کم ہمتی ہی اُس کا سبب بھی یہی ہی کہ اپنا اصلی کام اُن کو اسقدر تھکا دیتا ہی کہ پھر آرام کرنے کو جی چاہتا ہی اور یہ حالت انگریزی طالب علمون کو بھی پیش آتی ہی گر وہ اکثر خوشحال ہوتے ہین اُن کے نوکر چاکر ایسے کام کرلیتے ہین اس لیے وہ عالی ہمت نظر آتے ہین ۔ اور طالب علمون کو سر دھوئے ہوئے یا غسل کیے ہوئے بہت بہت زمانہ گذر جاتا ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ طبیعت مین صفائی نہین رہتی ۔

اسکے بھی متعلق بحث اور تحقیق منشا د مثل اوپر کے ہی اور تعیین منشاء مذکور کا مؤید ایک واقعہ ہی وہ یہ کہ ہم نے بکثرت دیکھا ہی کہ جو طلبہ مسکن اور ملبس کی تزئین مین زیادہ رہتے ہین وہ کمال سے محروم رہتے ہین اس کا سبب یہ ہی کہ منشاء اُس کا انہماک فی المقصود تھا جب توجہ تزئین کی طرف ہوئی تو مقصود مین مشغولی نہ ہوگی اُسکے لیے حرمان لازم ہی

البتہ نظافت کا بالکلیہ اہمال خود خلاف شرع ہی اسلیے اسکا انتظام بقدر ضرورت ضروری ہی اور اسکا اہتمام

الباب الاول ۔ چوتھی فصل ۔ تیسری فصل مین نیادار ونکو وہ شبہات تھی جو ایسے اخلاق کی متعلق ہین جنکا دوسرے سے زیادہ تعلق نہین ہی انکے بعضی شبہات وہ ہین جو ایسے اخلاق کے متعلق ہین جنکا دوسرون سے تعلق ہی اس فصل مین اُنکا بیان ہی پس اہل علم کی نسبت بعض کا یہ اعتراض ہی کہ اکثر اہل علم کو دیکھا جاتا ہے کہ سوال کے وقت غصہ کرتے ہین جسکے دو سبب معلوم ہوتے ہین یا تو جواب نہین آتا اور یا تعصب کا غلبہ اُن کو جوش مین لاتا ہی چنانچہ اُسکے بعض امور بھی آثار پائے جاتے ہین مثلاً اپنی بات پر اصرار کرنا دوسرے کی بات کو سمجھنے کا قصد نہ کرنا اور یہ اعتراض ہی کہ ان مین تہذیب کم ہوتی ہی حیا کم ہوتی ہی جس سے دوسرون کو اذیت ہوتی ہی اور یہ اعتراض ہی کہ ان مین باہم حسد اور نفسانیت ہوتی ہی جس سے دوسرون کو تنگی ہوتی ہے کہ ایک کے پاس جاوین تو دوسرے کی شان مین گستاخی کرین یا سنین دوسرے کے پاس جاکر پہلے کے واسطے یہی معاملہ کرین اور یہ اعتراض ہی کہ ان مین جواب خطوط کی پابندی نہین ہوتی دوسرے کو تکلیف انتظار کی ہوتی ہی اس کا الزامی جواب تو یہ ہی کہ یہ شبہہ عربی خوانون کے ساتھ کیون مخصوص کیا جاتا ہی انگریزی کے فاضلون مین یہ اخلاق بدرجہا زائد مقدار مین پائے جاتے ہین ذرا خلاف مزاج بات ہو جاوے غصہ سے بیخود ہو جاتے ہین سخن پروری بوجہ کبر کے بہت کچھ کرتے ہین تہذیب کی کمی تو ایسا امر مشاہد ہی جس مین بیان ہی کی حاجت نہین جسکی طرف چاہا پشت کر لی جسکی طرف چاہا پاؤن مع جوتون کے پھیلا دیا بزرگون کا ذرا ادب نہین کیا جاتا مان باپ کے ساتھ مساوات بلکہ تحقیر کا معاملہ کیا جاتا ہی اس سے زیادہ کیا بیحیائی ہوگی حسد اور نفسانیت بلکہ تو تو مین مین ایک عمدہ جلیلہ کے طالبون مین تو اسپہ تنخواہ بھی نہ ملے قابل دیکھنے کے ہی جس شخص کو قابل خطاب نہین سمجھتے اُسکا خط بے پڑھے ہی اگرچہ اُس مین ٹکٹ بھی ہو پھاڑ کر ردّی مین ڈالدیا جاتا ہی پھر اس مین عربی کی کیا تخصیص ہی بس اتنا فرق ہی کہ اکثر اہل علم مین ان اخلاق کا کوئی اثر ہے اکثر منشار اُس کا دین ہی اور ان اہل ترقی مین جتنا کچھ اثر ہی منشار اُسکا دنیا

مثلاً مولویون کو دین کی بات پر غصہ آویگا اور ان حضرات کو دنیا کی بات پر آویگا
چونکہ دین کی خود وقعت ہی ان کے قلب مین نہین اُسکے لیے اُن کو جوش بھی نہین
آتا اس سے اپنے کو حلیم اور مولویون کو تند خو قرار دیا ہے۔ وعلی ہذا اور امور اعتراضیہ مین
بھی یہ تو جواب الزامی تھا۔

اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ یہ شبہہ بالکل غلط ہے کہ علماء کو نفس سوال پر غصہ آتا ہے
جو شخص اُنکی صحبت طویلہ اختیار کرے اُسکو اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ حضرات سوال مین
کتنا غصہ کرتے ہین غصہ اگر آتا ہے تو وہ دوسری بات پر آتا ہے وہ یہ کہ سوال ایک تو بطور
استفادہ کے ہوتا ہے یعنی سچ مچ کسی شبہہ کا رفع ہی کرنا ہے اور وہ سوال بھی ضرورت
کا ہے اسپر تو مین دعوے سے کہتا ہون کہ کوئی شخص کسی عالم کا غصہ لانا ایک جگہ بھی
ثابت نہین کر سکتا اور ایک سوال بطور تعنت یا تمسخر و مشغلہ یا محض اعتراض و
الزام کے ہوتا ہے چونکہ اس مین شریعت کی توہین ہوتی ہے تو جسکے دل مین شریعت
کی عظمت ہوگی وہ اس توہین کو کب گوارا کریگا اور اس ناگواری کے سبب اُسکو غصہ
کیسے نہ آویگا اسی طرح بعض اوقات سوال مین مخاطب کی اہانت ہوتی ہے اُس پر
ناگواری بھی امر طبعی ہے اور مذموم نہین اسی طرح اگر فضول سوال کیا یا فضول ہونے
کے ساتھ سائل کے فہم کے لائق بھی نہ ہوا اور سائل اس سمجھانے پر بھی کہ یہ سوال
لایعنی ہے باز نہ آیا تو اُس وقت غصہ آجانا طبع سلیم کا مقتضا ہے جو کہ بجائے خود ایک
کمال مطلوب ہے چنانچہ سید العلماء والحکماء حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود بعض
لایعنی سوالون پر غصہ فرمانا احادیث کثیرہ مین وارد ہے کیا اگر کوئی شخص عدالت کی
توہین کرے یا عدالت سے کچھ فضول سوال کرے مثلاً ادنیٰ سی بات ہے درخواست
ٹکٹ لگانا اسکی نسبت حاکم سے پوچھنے لگے کہ ایسا قانون کیون مقرر کیا گیا درخواست
بلا ٹکٹ کیون نہین لی جاتی یا اس فیس سے نصف فیس کیون نہ مقرر ہوئی آیا تو پہلے
کو جرم اور اس فضول سوال کو ناگوار اور اگر باز نہ آوے تو کیا موجب غضب حاکم نہ کہا
جاوے گا کیا اس غضب کو اخلاق رذیلہ مین داخل کرین گے پھر کیا ایک عالم شریعت

اہانت شریعت پر یا فضول سوال کے اصرار پر چشم نمائی یا زجر کا بھی حق حاصل نہین اور کیا اس کو اخلاق رذیلہ میں شمار کیا جاویگا یا افعال جمیلہ مین۔
رہا تعصب او عجز عن الجواب سو اوّل تو جب غصہ کا مبنی بتلا دیا گیا تو ان مین مبنی ہونے کا شبہہ ہی نہ رہا لیکن اگر ان کو کوئی شخص مستقل شبہہ قرار دین تو جواب تعصب کا یہ ہی کہ اوّل تعصب کی حقیقت کو سمجھنا چاہیے تاکہ اُس سے اعتراض کے صحیح غلط ہونے کا اندازہ ہو سکے سو تعصب کے معنی ہین ناحق کی پچ کرنا پس کسی پر تعصب کا حکم لگانا موقوف اسپر ہی کہ پہلے اُسکے دعوے کا باطل ہونا ثابت کیا جاوے سو جن مواقع پر حضرات معترضین اہل علم پر تعصب کا الزام لگاتے ہین اُن مین اکثر خود معترضین ہی متمسک بالباطل ہوتے ہین اور اہل علم کو ابطال باطل پر متعصب قرار دیتے ہین سو ظاہر ہی کہ اس صورت مین معترضین ہی متعصب کہلانے کے مستحق ہونگے اور اگر تعصب سے مراد مطلق غضب و تشدد ہی اور مطلق تشدد و غضب کو بھی اخلاق رذیلہ مین شمار کیا جاتا ہی سو یہ ایک سخت غلطی او علم اخلاق سے ناواقفی ہے کیا غصہ اور سختی کا کوئی موقع علم اخلاق مین محمود نہین بتلایا گیا اگر کسی کی عفیفہ ماں کے متعلق براہ شرارت سوال کرے کہ ہم نے سُنا ہی کہ آپکی والدہ ملیک زمانہ مین چکلہ مین بیٹھا کرتی تھین تو کیا کوئی شخص ٹھنڈے دل سے اس سوال کو سُنکر ٹھنڈے دل سے اسکی تغلیط کرکے اُس تغلیط پر دلائل قائم کریگا یا اگر ایسا کیا تو شرفا اُسکو بے غیرت قرار دین گے یا وہ شخص بیخود ہو جاوے گا اور غضب و شدّت کو کام مین لاویگا اور عقلاء کے نزدیک وہ غیور اور باحمیت قرار دیا جاوےگا اس سے معلوم ہوا کہ غضب کی جگہ غضب محمود ہی۔ حکماء کا قول ہی۔ ۵

درشتی و نرمی بہم دربہ است چو رگ زن کہ جرّاح و مرہم نہ است

تعجب ہی کہ ماں کے لیے تو اگرچہ وہ واقع مین کبھی ایسی رہی بھی ہو بیتاب ہو جانا اخلاق حمیدہ مین داخل ہوا اور دین کے لیے اُسپر اعتراض سُنکر حالانکہ وہ واقع مین قابل اعتراض بھی نہین ہی ذرا متغیر ہو جانا اخلاق رذیلہ مین داخل ہو جاوے گا

جبکہ معترض مسلمان بھی ہو اُسکی اور زیادہ شکایت پیدا ہوکر زیادہ تغیر ہونا چاہیے -
یہی وجہ ہی کہ کفار سے مناظرہ کرنے کے وقت مین اعتراض سُنکر اتنا غصہ نہین آتا
بلکہ اگر واقعات کو تتبع کیا جاوے تو جتنا ماں کو گالیان سُننے والا بیتاب ہوجاتا ہی اہل علم
باوجود اسکے کہ ماں سے زیادہ دین اُن کو پیارا ہی اور ماں مین تو احتمال لوٹ کا
ہو سکتا ہی اور دین مین یہ احتمال ہی نہین اور اس حیثیت سے اہل علم کو حق تھا
کہ دین کے متعلق کچھ بیہودگی سُنکر اُس شخص سے زیادہ بیتاب ہوجاتے مگر پھر بھی
وہ بہت ضبط کرتے ہین اور بجز تیزی لہجہ کے کوئی ناملایم لفظ اُنکے موںھ سے نہین
نکلتا اس سے زیادہ صبر و تحمل کیا ہوگا - انصاف شرط ہی - رہا عجز عن الجواب سو کہین
تو سوال جہالت کا ہوتا ہی اُسکے لیے علمار کا قول ہی ع جوابِ جاہلان باشد خموشی
اور کہین سائل کے فہم سے برتر ہوتا ہی اُسکے لیے حکمار کا یہ قول ہی - سہ

فہم سخن تا نکند مستمع — قوت طبع از متکلم مجو

کہ اگر آپ سے آپ کا سائیس درخواست کرے کہ مجھکو اقلیدس کے پہلے مقالہ کی
پانچوین شکل جو مامونی کہلاتی ہی اس طرح سمجھا دو کہ نہ اُس مین اشکال سابقہ کا
حوالہ ہو اور نہ اصول موضوعہ و علوم متعارفہ کا - تو کیا آپ اسکو سمجھانے بیٹھ جاوینگے
یا یہ فرماوینگے کہ بھائی یہ تیری سمجھ سے باہر ہی اور اگر پھر بھی وہ اصرار کرے تو کیا
آپ اُسکو گدھا اُلّو نہ کہنے لگین گے اور کیا ایسا کرنے سے آپ کو کوئی شخص عاجز
عن الجواب کہے گا یا نہین حکمت پر عمل کرنے والا کہا جاوے گا البتہ جیسا اُسی مجلس
مین کوئی طالب علم اقلیدس کا فرض کیجیے اُسی شکل کو سمجھنے آجاوے تو اُس وقت
آپکی زبان فوراً کھل جاوے گی اسی طرح اگر اُسی مجلس مین کوئی طالب علم
اُس مسئلہ کے متعلق پوچھنے آجاوے اُسوقت دیکھ لیا جاوے کہ علمار کیا کیا جواہر
تحقیقات کے نثار کرتے ہین اور پہلا سائل اُن تحقیقات کو اُسوقت سنکر یہ بھی اندازہ
کرلیگا کہ حقیقت مین یہ میرے فہم سے بالاتر تھا اور اُسکے اعراض و سکوت کی وجہ
بھی سمجھ لیگا کہ اس شعر کا مصداق ہے - سہ

ہر کہ او از ہمزبانے شد جدا بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا

اور اس شعر کے مدلول کا مشاہدہ کر لے گا۔ ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ٭ ورنہ در مجلس رندان خبرے نیست کہ نیست

اور شبہ کی تقریر میں جو بعض آثار تعصب کے بیان کیے گئے ہین کہ اپنی بات پر اصرار کرنا اور دوسرے کی بات کو سمجھنے کا قصد نہ کرنا سو اگر وہ بات حق ہی تب تو حق پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا اور اُس کے مقابلہ مین لغو باتون کی طرف التفات نہ کرنا عین مطلوب ہی پھر اس کو تعصب سے کیا علاقہ اور اگر وہ بات باطل ہی تو اس اعتراض کا عموماً علماء کو مورد بنانا محض ناواقفی اور قلت اختلاط مع العلماء ہی اور اگر بعض کی نسبت ایسا حکم کیا جاتا ہی تو ہم بھی اس کا انکار نہین کرتے لیکن اس کا سبب علم دین نہین بلکہ علم کے ساتھ تربیت نہ ہونا ہی کہ وہ بھی ایک قسم کی علم کی کمی ہی تو قلت علم اسکا سبب ہوا نہ کہ علم۔ ایک شبہہ یہ تھا کہ اہل علم مین تہذیب کم ہوتی ہی اس مین بھی اول تہذیب کا کوئی معیار قرار دیجیے سو تتبع خیالات وحالات معترضین سے معلوم ہوتا ہی کہ معیار تہذیب کا آج کل یورپ کا رسم ورواج سمجھا گیا ہے سو خود اس معیار کے صحیح ہونے ہی کی کون دلیل ہی کیا کوئی کہہ سکتا ہی کہ اہل یورپ کی کوئی رسم تہذیب سے گری ہوئی نہین کیا خود بعض اہل یورپ اپنی قوم کی بعض رسوم کو قبیح نہین بتلاتے اور کیا اُن سے تنگ نہین کیا غیر مردون سے ہاتھ ملانے اور ہنسنے بولنے کی رسم کو بھی خلاف تہذیب نہ کہا جاویگا وعلی ہذا اور بہت سی رسوم وعادات۔ پس معلوم ہوا کہ محض یوروپ کی رسم کو معیار تہذیب قرار دینا باطل محض ہے پھر وہ معیار کیا ہی سو وہ دو ہی چیزین ہو سکتی ہین یا عقل سلیم یا کوئی مذہب صحیح مگر سلیم ہونے کے لیے پھر کسی معیار کی ضرورت ہوگی کیونکہ عقول خود متفاوت ہین پس معیار ہونے کی صلاحیت صرف مذہب صحیح مین ہو سکتی ہی کیونکہ اُسکی صحت دلائل قطعیہ قائم ہین اور مذاہب صحیحہ مین ایسے امور مین ناسخ ومنسوخ کا تفاوت واختلاف بھی نہین ہو سکتا پس جب معیار تہذیب کا مذہب صحیح اور دین الٰہی

قرار پایا تو خلاف تہذیب کا مصداق خلاف دین ہوا اب دیکھ لیجیے کہ دین کی خلاف علماء مین زیادہ افعال و اخلاق پائے جاتے ہین یا غیر علماء مین اور اسی سے معلوم ہو جاوے گا کہ بے تہذیب کہلانے کا زیادہ مستحق کون ہے اور اگر کسی مین کوئی امر خلاف تہذیب واقعی پایا جاتا ہے تو اُس کا سبب قلت تربیت ہے جیسا اوپر بیان ہوا۔ اسی طرح شبہہ قلت حیا کا ناشی اس سے ہے کہ حقیقت حیا کی تحقیق نہین کی گئی سو حقیقت اُسکی یہ ہے انقباض النفس عما یکرہ۔ اب اس کراہت مین معیار کی ضرورت ہوگی کہ رسم ہے یا عقل سلیم یا دین صحیح اور مثل بحث تہذیب کے یہان بھی دین صحیح مین معیار کا انحصار ثابت کیا جاوے گا اسکے بعد آسانی سے فیصلہ ہو جاوےگا کہ حیا کس مین کم ہے۔ لوگ عموماً آجکل علماء کی بیحیائی اسکو سمجھتے ہین کہ یہ حضرات شرمناک مسائل فقیہہ کھُلے کھُلے لکھدیتے ہین اس کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ میڈیکل کالج مین عورتون کو تشریح کی تعلیم دینے مین جتنی بے حجابی ہوتی ہے یہان تو اسکا عشر عشیر بھی نہین یہان تو صرف الفاظ ہین اور وہان اُن الفاظ کے معانی کا مصداق ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا + تعجب ہے کہ یہ تو بیحیائی ہو اور گوارا نہ کیا جاوے اور وہ بیحیائی نہ ہو اور گوارا کیا جاوے۔

اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ اگر معترض صاحب ان مسائل کو دین نہین سمجھتے یا دین کے محفوظ رہنے کی ضرورت نہین سمجھتے تب تو قبل اسکے کہ مسئلہ مبحوث عنہا مین کلام کیا جاوے اوّل خود انہی دو مقدمون کو اُنکے سامنے ثابت کیا جاوے گا اور اگر اسکو دین بھی جانتے ہین اور دین کے بقا کو بھی ضروری جانتے ہین تو اُن سے درخواست کرتا ہون کہ پھر اور کوئی طریقہ ان مسائل کے محفوظ رہنے کا ارشاد فرماوین کہ اُسکو اختیار کیا جاوے۔ البتہ آداب دین مین ہمکو یہ بھی تعلیم دی گئی ہے کہ زبانی تعلیم مین اگر عورتون کو ایسے مسائل کا بواسطہ بتلانا ممکن ہو تو بلا واسطہ خطاب نہ کرے سو اہل علم اس کا شدت سے التزام رکھتے ہین کہ ایسے مسائل بواسطہ اپنی بیبیون کے بتلاتے ہین بلکہ احتیاط کے لیے اس وقت ایسے مسائل کے متعلق رسائل

دینیہ میں تصریحاً اس مشورہ کو چھاپ بھی دیا گیا ہی کہ شرمناک مسائل لڑکیوں کے درس کے وقت نشان بنا کر چھوڑ دے یا تو مستورات اُن کو سمجھا دین یا بعضے مسائل خود وہ سیانی ہو کر سمجھ لین گی۔ اب بیحیائی کا کیا شبہہ رہا۔

ایک شبہہ یہ تھا کہ اہل علم مین باہم تحاسد اور تنافس دیکھا جاتا ہی سو اسکا مورد اگر عموماً سب علماء کو قرار دیا جاوے تو مشاہدہ اسکی تکذیب کریگا اور بعض کی نسبت کہا جاتا ہی تو ہم بھی اس مین متفق ہین لیکن اسکا سبب آیا علم ہی یا قلت تربیت اسکو سمجھکر پھر اس اعتراض کی صحت و بطلان کو دیکھا جائے۔ مین کہتا ہون کہ اگر بضرورت تحصیل معاش یا حفظ صحت خاندان کوئی شخص اپنے بیٹے کے لیے طبیب بننے کو ضروری قرار دیکر اُسکا اہتمام کرے اور ساتھ ہی ساتھ اطباء شہر مین تحاسد و تنافس بھی دیکھے تو کیا محض اس سبب سے وہ اپنی اس رائے کو بدل دیگا یا رائے کو بحال رکھکر اسکی کوشش کرے گا کہ میرے بیٹے کے ایسے اخلاق نہ ہون اسی طرح یہان بھی چاہیے کہ علم دین کا اہتمام کرو اور اخلاق کو درست کرو اور یہ امر کہ ہر جگہ پہنچکر دوسرے کے لیے گستاخی کرنا پڑتی ہی یہ کوئی مجبوری نہین خدا تعالیٰ ذرا فوت تدبیر بہ عطا فرماوے تو بہت سہولت کے ساتھ اس سے بچ سکتے ہین وہ یہ کہ خود تو ایسے مضمون کی ابتدا نہ کرے اور اگر صاحب مجلس ایسا کرے تو کچھ جواب نہ دے بلکہ فوراً کوئی مسئلہ پوچھنا شروع کر دے بس یہ شخص محفوظ رہیگا بلکہ خود وہ بزرگ مولوی صاحب چونکہ صاحب علم ہین اسکو سمجھ جاوینگے اسلیے اپنی حرکت سے شرمندہ ہونگے غرض یہ ایسے امور نہین کہ انکی وجہ سے خود علوم دینیہ سے اعراض یا انقباض اختیار کیا جاوے۔

ایک شبہہ یہ تھا کہ خط کا جواب نہین دیتے اس کا جواب بھی یہی ہی کہ سب پر تو یہ اعتراض غلط ہی آپ اگر کام کرنے والون کو دیکھین تو آپ تعجب کرین کہ ایک ایک آدمی اتنا کام کیسے کرتا ہے۔

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اب تک لوگون کو یاد ہین کہ کس التزام سے خط کا جواب دیتے تھے ایک بار مین نے کچھ سوالات لکھکر بھیجے ہے اور اُس وقت حضرت آشوب چشم مین

علیل تھے اُسی حالت میں نہایت تکلیف اُٹھا کر سب کا جواب لکھا غالباً تیس (۳۰) تینس (۳۱) کے درمیان سوالات کا عدد تھا اور اخیر میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ روایات اس لئے نہیں لکھیں کہ آشوب میں مبتلا ہوں اور نفس جواب بھی چشم بند کردہ لکھتا ہوں اگر ایسے بزرگواروں کے پاس سے جواب نہ آوے تو یا تو اصل خط اُنکے پاس نہیں پہنچا یا جواب اُن کا ضائع ہو گیا یا اصل سوال کے ساتھ جواب کے لیے ٹکٹ نہ گیا ہو گا سو اگر جواب پر ٹکٹ لگاویں تو کہاں تک لگاویں مثلاً اگر کسی کے پاس سولہ (۱۶) خط روزانہ اوسط ہو (چنانچہ احقر کے پاس اس اوسط سے کم ڈاک نہیں آتی) اور وہ اپنے پاس سے ٹکٹ لگایا کرے تو آٹھ آنہ یومیہ یعنی پندرہ (۱۵) روپیہ ماہوار خاص اسی میں اسکو خرچ کرنا پڑے تو اول تو اہل علم کو اتنی وسعت نہیں پھر اگر کسی کو وسعت بھی ہو تو بہت مشکل ہی جبکہ فرض و واجب بھی نہ ہو اور اگر بیرنگ بھیجیں تو تجربہ ہوا ہی کہ بہت لوگ بیرنگ جواب واپس کر دیتے ہیں بعضے واپس تو نہیں کرتے مگر بدون انتظار جواب اور بلا انتظام ڈاک خود کہیں چل دیتے ہیں جب ڈاکیہ کو نہیں ملتے تو وہاں سے خط واپس آتا ہے اور محصول مضاعف دینا پڑتا ہی تو اگر فرضاً سولہ (۱۶) کے سولہ خط واپس آیا کریں تو روپیہ روز یعنی تیس (۳۰) روپیہ ماہوار اور اگر نصف ہی واپس ہوں تو پندرہ ہی روپیہ ماہوار اس مد میں خرچ ہوا کریں تو اُنپر کس قاعدہ سے واجب ہی کہ وہ اتنا بڑا بار اپنے اوپر اُٹھاویں البتہ خصوصیت کی جگہ ہر شخص باسانی اس قسم کے بار کو اعتدال کے ساتھ برداشت کرتا ہی۔ بلکہ چاہیے تو یہ تھا کہ ہر سوال کے ساتھ بطور فیس کچھ پیش کیا جاتا کہ اہل علم کی امانت ہوتی خواہ اُنکی ذات کی یا صرف آلات افتاء کی۔ کیونکہ جواب کے لیے وقت بھی چاہیے کتب بھی چاہئیں کبھی معین بھی درکار ہوتا ہی خادم کی بھی ضرورت ہوتی ہی کہ ڈاک لیجاوے ڈاک وقت پر لاوے وعلی ہذا۔ چنانچہ بعض اہل علم نے اسکا قاعدہ بھی مقرر کر دیا ہی جسمیں کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ خلاف شریعت نہ ہو۔ سو اگر کہیں ایسا نہ ہو تو اسی کو غنیمت سمجھیں کہ ہم پہ بار نہیں پڑا نہ کہ اہل علم سے مالی بار اُٹھانے کے متوقع رہیں کہ ظلم عظیم ہے۔

پانچوین فصل۔ اس مین بعض شبہات متفرقہ کا جواب ہی اور اس باب کی یہ اخیر فصل ہی۔ ایک شبہہ دنیا دارون کا اہل علم کی نسبت یہ ہی کہ ان مین باہم ردّ و قدح خوب ہوتا ہی کبھی زبانی گفتگو مین اور کبھی رسالہ بازی کے ذریعہ سے جس سے معلوم ہوتا ہی کہ ان مین باہم عناد و حسد ہوتا ہی اور ہر شخص دوسرے کو گھٹانا اور مٹانا چاہتا ہی تو ایسے لوگون سے اسلام کو بجائے نفع کے اور اُلٹا ضرر ہوتا ہی پس اس سے تو یہی بہتر ہی کہ مولویت ہی کا سلسلہ موقوف کیا جاوے جواب اسکا یہ ہی کہ اول تو خدا نہ کرے سب اہل علم ایسے کیون ہونے لگے پھر ایک دو کو دیکھکر سب پر ایک حکم لگا دینا انصاف اور حقیقت شناسی سے بالکل خلاف ہی جن لوگون مین یہ مرض ہی اُن کو خود محققین اہل علم بھی ناپسند کرتے ہین آپ ایسے حضرات سے استفادہ کیجیے جو ان امور سے منزہ ہین دوسرے ہر ردّ و قدح کو حسد اور عناد پر محمول کرنا یہ بھی غلطی ہی بعض دفعہ دونون کی نیت بخیر ہوتی ہی مگر اختلاف تحقیق کے سبب ایک دوسرے کے قول کو ردّ کرتے ہین کیا وکلا کا ہر مناظرہ نفسانیت پر محمول کیا جاوے گا یا حاکم بالا کا حاکم ماتحت کے فیصلہ کو منسوخ کر دینا اور اُس کا ردّ لکھنا نفسانیت ہی پر ضرور محمول ہوگا۔ بعض دفعہ ایک کی نیت درست ہوتی ہی کہ ایک باطل قول کو محض مسلمانون کے بچانے کے لیے ردّ کر دیا یا اس کے قول حق کو کسی صاحب باطل نے ردّ کیا تھا اسلیے اُس کا جواب دیدیا اس مین شرعاً یا عقلاً کیا قباحت ہوگی۔ بلکہ بعض اوقات یہ واجب ہوگا۔ کیا اگر کوئی باغی جماعت پبلک مین باغیانہ خیالات پھیلا دے اور وفادار رعایا بالفرض گورنر ایک عام جلسہ مین اُن خیالات کو بدلائل ردّ کر دے تو کیا اُس کو سلطنت کی خیرخواہی نہ کہا جاوے گا پھر کیا وجہ کہ ایسے ردّ کو اسلام کی خیرخواہی اور ضروری نہ کہا جاوے۔

تیسرے اگر بالفرض خدانکردہ سب علما ہی ایسے ہوتے تب بھی کیا اثر

علمِ دین کا ہوتا جس کو سبب نفرت عن العلوم بنایا جاوے یا یہ اثر علم دین میں سے ایک جزو پر عمل نہ کرنے کا ہوتا اور وہ جزو تربیت و اصلاح نفس ہی جس کی نہایت اہتمام سے تعلیم دی گئی ہی پس اس سے تو علوم دینیہ کی اور بھی ضرورت ثابت ہوئی اس سے تھوڑا سا بُعد بھی کیسا مضر ہوا پھر یہ کہ اگر کوئی عالم ایسا ہو بھی تب بھی وہ اپنے لیے ضرر رسان ہی یا دوسرے کم فہمون کے لیے کہ اسکی حقیقت نہ سمجھکر مولویت کو مضر سمجھین جس کو ابھی بیان کیا گیا ہی باقی فہیم تو سمجھ سکتا ہی کہ اس عالم کی مثال بد پرہیز طبیب کی سی ہی کیا اُسکی بد پرہیزی اُن نسخون کو بھی غیر مفید کر دے گی جو اُس نے اپنی حذاقت و مہارت فن سے کسی مریض کے لیے تجویز کیے ہین کیا اس حالت مین اُس سے نسخہ نہ پوچھا جاوے گا وہ اگر ماہر ہی تو نسخہ تو مفید ہی بتلادے گا اسی طرح اگر خدانخواستہ کوئی عالم حسد عناد کی بلا مین مبتلا ہو مگر تمکو تو مسئلہ صحیح بتلادیگا پھر تم اس سے منتفع ہونے مین کیون حیلے نکالتے ہو۔ ایک شبہ یہ ہی کہ ان مولویون مین اکثر مسئلون مین باہم اختلاف ہوتا ہی جس سے عام لوگون کو عمل کرنے مین سخت حیرت ہوتی ہی کہ کس پر عمل کرین کس کو ترک کرین پس یہ مولویت کا سلسلہ بڑھانا اس اختلاف کو اور زیادہ وسعت دینا ہی۔

جواب اس کا یہ ہی کہ کیا اطبار مین باہم تشخیص مرض و تجویز تدبیر مین اختلاف نہین ہوتا اور کیا اس اختلاف سے بھی ایسی ہی تنگی ہوتی ہی اور کیا اس تنگی کے بعد کوئی شخص اپنے مریض کو بدون علاج ہی چھوڑ دیتا ہی کہ اختلاف کی حالت مین کس کا علاج کرین تو لاؤ سب ہی کو چھوڑ دین یا ایسا نہین کیا جاتا بلکہ یہ دیکھا جاتا ہی کہ کون طبیب زیادہ تجربہ کار اور ماہر فن ہی اور کس کے ہاتھ سے زیادہ مریض شفایاب ہوتے ہین اگر اختلاف اطبار سبب نہین ہوتا تنگی و ترک معالجہ کا تو اختلاف علمار کیون سبب ہوتا ہی تنگی و ترک عمل کا اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ آدمی جس امر کو ضروری سمجھتا ہی اُس مین

ایسے خیالات سنگِ راہ نہین ہوتے اور جس کو ضروری نہین سمجھا اُسکے ترک کے لیے ادنی سا حیلہ گو بیہودہ ہی ہو کافی ہوجاتا ہی جس طرح وہان ایک طبیب کو ایک خاص علامت سے زیادہ پرشکوہ ہوئی ترجیح دیکر اُسکا علاج اختیار کیا جاتا ہی اسی طرح یہان بھی ایک عالم کو اُسی کی نظیر علامت سے (کہ کس عالم کو اہل فہم اور اہل دین علم اور عمل مین زیادہ سمجھتے ہین اور کس کی تحقیقات نظر انصاف مین زیادہ اطمینان بخش ہوتی ہین) ترجیح دیکر اُسکے فتاوے کا اتباع کرین۔ اسی اختلاف علماء کے متعلق ایک اور رائے بھی ظاہر کیجایا کرتی ہی کہ علماء کے لیے باہم اختلاف رکھنا بہت مذموم ہی ان کو اتفاق رکھنا چاہیے لیکن غور کیا جاوے تو اس رائے کا لچر اور مہمل ہونا نہایت بیّن ہے مین پوچھتا ہون کہ کیا ہر اختلاف ہر شخص کے لیے مذموم ہی اگر یہ ہی تو چاہیے کہ عدالت میں جب کوئی مقدمہ پیش ہو جس مین ایک کا دعوے دوسرے کا جواب دعوے داخل ہو تو عدالت بجائے اس کے کہ تنقیح و تحقیق کا بار اپنے ذمہ لے اول ہی پیشی مین محض اس بنا پر کہ یہ لوگ باہم اختلاف کرتے ہین اور اختلاف مطلقاً مذموم ہی فریقین کو ہمیشہ سزا دیا کرے کہ ایسے جرم اخلاقی کے کیون مرتکب ہوئے یا اگر اس جرم کو اس درجہ کا نہ سمجھے تو کم از کم ہر مقدمہ کو خارج ہی کر دیا جاوے۔ کیا وجہ ہی کہ تحقیق واقعات کی کرکے ایک کو ڈگری دیتے ہین کیا وہ ایک جرم اخلاقی کی طرفداری و حمایت کرتی ہی۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ اہل اختلاف مین سے ہر ایک کو الزام دینا اور دونون کو مشورہ اتفاق دینا غلطی عظیم ہی بلکہ اول تحقیق کرکے متعین کرین کہ ان اہل اختلاف مین حق پر کون ہی اور باطل پر کون ہی جو حق پر ہو اُسکی طرف ہوکر صاحب باطل کو مجبور کرین اور رائے دین کہ تم کیا اختلاف کرنا جائز نہین تم فلان شخص کے ساتھ اتفاق کر دو ورنہ قبل تعیین حق اگر وہ اتفاق بھی کرنا چاہین تو آخر اس اتفاق کا کوئی مرکز بھی تو ہونا چاہیے اور وہ متعین نہین

تو اتفاق کی صورت کیا ہوگی اگر زید نے عمرو کو اپنے قول پر لانا چاہا اور عمرو نے زید کو تو بھی اتفاق نہ ہوا اور زیادہ رنگ طبائع کا یہی ہے بھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کے کہ اتفاق کے استحسان پر اتفاق ہے پھر اتفاق نہیں ہوتا کیونکہ ہر شخص دوسرے کو اپنے نقطۂ خیال پر لانا چاہتا ہے اسی طرح دوسرا بھی اور اگر زید نے عمرو کا قول لے لیا اور عمرو نے زید کا قول تو پھر باہم اختلاف رہا گو صورت دوسری ہوگئی اور اگر نہ یہ ہوا نہ وہ ہوا بلکہ اول مرجح کی تلاش ہوئی کہ اُس کا اتباع دونوں کریں گے تو اُس کا حاصل وہی ہوا جو اوپر معروض ہوا ہے کہ اول تحقیق کرکے حق کو متعین کرلیں پھر صاحب باطل کو مجبور کیا جاوے کہ وہ حق کا اتباع کرے صاحبِ حق کو کچھ رائے نہ دی جاوے۔ بہرحال نااتفاقی کا الزام جانبین کو دینا یہ ایک بے تحقیق اور غلط فیصلہ ہے ایک اعتراض عموماً علماء کی نسبت یہ ہے کہ علماء اپنے فتاوے میں مصلحت زمانہ کا لحاظ نہیں کرتے وہی پرانے مسائل بتلا دیتے ہیں حالانکہ زمانہ کی ضرورتیں بدل گئی ہیں اور زمانہ کی ضرورت سے احکام بدل جاتے ہیں اب علماء کو چاہیے کہ سود کو اور معاملات ربویہ وفاسدہ کو درست کہدیں یہ اعتراض اسقدر ظاہر البطلان ہے کہ اس میں ردّ ہی کی احتیاج نہیں یہ تو جب کہا جاتا کہ شریعت کے احکام کسی بشر کے بنائے ہوئے ہوتے تو اس احتمال کی گنجائش تھی کہ اُس بشر کو آئندہ مصالح پر نظر نہ تھی جب مصالح بدل گئے تو احکام کا بدل ڈالنا بھی مناسب ہے اور جس حالت میں وہ احکام خدا تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے ہیں خواہ بواسطہ وحی متلو یا بواسطہ وحی غیر متلو یا اگر وہ اجتہادی ہیں تو بوجہ غزارت علم وتدین وتورع اُن مجتہدین کے اُن میں استناد الی الوحی کا ظن زیادہ غالب ہے بہ نسبت ہمارے استنباط کے تو وہ احکام بھی بوجہ اس کے کہ قیاس مظہر ہوتا ہے مثبت نہیں ہوتا نیز ثابت بالوحی ہوئے۔ بہرحال جب یہ سب احکام شرعیہ خدا تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے ہیں جن سے قیامت تک کے

مصالح کی ایک جزئی مخفی نہین تو اُن مین یہ احتمال کب ہو کہ آئندہ مصالح کی رعایت نہین کی گئی بلکہ جس مصلحت کی اُن مین رعایت نہین وہ واقع مین مصلحت ہی نہین اور مصالح کے تبدل سے احکام کا بدلنا وہان ہو جہان مبنی اُس حکم کا کوئی خاص مصلحت یقیناً ہو اور جہان خود اسی کا تیقن نہ ہو تو مصالح تخمینیہ ظنیہ پر مدار حکم نہین ہو جیسے حطیم کو کعبہ کے اندر شامل کرنا مبنی تھا مصلحت دفع تشویش عوام پر جب عبداللہ بن زبیرؓ نے اس مصلحت کا ارتفاع دیکھ لیا اور اندیشہ تشویش کا نہ رہا حطیم کو داخل کردیا گو بعد مین اُن کے مخالفین نے پھر خارج کردیا۔ بخلاف رمل فی الطواف کے کہ ظاہرا مصلحت اس مین اراءۃ قوت تھی مشرکین کو اور وہ اب نہین ہو تو چاہیے تھا کہ وہ حکم مرتفع ہوجاتا مگر بعد فتح مکہ کے حجۃ الوداع مین بھی رمل کا ہونا یہ دلیل اسکی ہو کہ وہ ایک وقتی مصلحت تھی لیکن اصل مین مبنی حکم کا وہ نہ تھا اسلیے وہ حکم مرتفع نہین ہوا سو منصوصات مین تو کسی علت نکالنے کی حاجت ہی نہین البتہ اجتہادیات مین علت نکالی جاتی ہو مگر ہر کو علت نکالنے کی لیاقت نہین ہو جو اس کے اہل تھے وہ گذر گئے کیا پارلیمنٹ وجلسہ وضع قوانین کا ممبر ہر قانون دان یا ہر دیہاتی بن سکتا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ قوانین کے اسرار کا جاننا خاص ہی لوگون کا کام ہو پس ہر ایک کو اس کا دعوی زیبا نہین اسلیے یہ اعتراض بھی لغو ثابت ہوا۔

ایک اعتراض مولویون پر یہ کیا جاتا ہو کہ یہ لوگ مخدوم بنے گھرون اور مدرسون اور مسجدون مین بیٹھے رہتے ہین اور قوم کی تباہی پر اُن کو رحم نہین آتا اور گھرون سے نکلکر گمراہون کی دستگیری نہین کرتے۔ لوگ بگڑتے چلے جاتے ہین کوئی اسلام کو چھوڑ رہا ہو کوئی احکام سے محض بے خبر ہو لیکن ان کو کچھ پروا نہین اتنی کہ بعضے تو بلانے سے بھی نہین آتے اور آرام مین خلل نہین ڈالتے جواب اسکا یہ ہو کہ یہ اعتراض اُسوقت کسی درجہ مین بعض لوگون کے

حق میں صحیح ہو سکتا تھا کہ تبلیغ اسلام و احکام اب بھی فرض ہوتی تب
بیشک ضروری تھا کہ گھر گھر شہر شہر سفر کرکے جاتے یا کسی کو بھیجتے اور لوگوں کو
احکام سُناتے لیکن آج تو اسلام و احکام شرقاً غرباً مشتہر ہو چکے ہیں کوئی
شخص ایسا نہیں جس کے کانوں میں اصولاً و فروعاً اسلام نہ پہنچ چکا ہو اور
جو لوگ کسیقدر لکھے پڑھے ہیں اُن کو تو بذریعہ رسائل مختلف مذاہب تک کا بھی
علم ہے اور اگر کسی مقام پر فرضاً کوئی احکام کا بتلانے والا نہ بھی پہنچا ہو تاہم اس
مقام کے لوگ (اگر کل نہیں تو بعض ہی) دوسرے مقامات پہنچتے ہیں
اور احکام سُنتے ہیں (اور ان بعض سے دوسرے بعض کو پہنچتے ہیں) بہرحال
جن مقامات کا ہمکو علم ہے اُن میں سے کوئی مقام ایسا نہیں جہاں احکام نہ پہنچے
ہوں اور فقہار نے کتاب السیر میں تصریح فرمادی ہے اور عقل میں بھی یہ بات
آتی ہے کہ جہاں اسلام واحکام پہنچ گئے ہوں وہاں تبلیغ واجب نہیں البتہ مندوب ہے
پس جب تبلیغ واجب نہیں تو اسکے ترک پر ملامت کیسی اور اگر ترک مستحب پر
یہ الزام ہے سو اوّل تو وہ محل الزام نہیں دوسرے اس سے قطع نظر اگر ان لوگوں کو
کوئی شغل ضروری نہ ہو تو کچھ گنجائش بھی ہے لیکن جو لوگ اسلام کی دوسری
خدمتیں کررہے ہیں وہ بھی جب ضروری کاموں میں لگے ہوئے ہیں تو پھر گنجائش
اس شبہہ کی کہاں ہے۔ دوسرے جس طرح علمار کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ ان
گمراہوں کے گھر پہنچکر ہدایت واصلاح کریں خود اُن گمراہوں کو یہ رائے کیوں
نہیں دیجاتی کہ فلاں جگہ علمار موجود ہیں تم اُن سے اپنی اصلاح کرو۔
تیسرے۔ کیا اسلام کی خدمت صرف علمار ہی کے ذمہ ہے دوسرے دنیادار
مالدار مسلمانوں کے ذمہ نہیں یعنی اُن کو بھی چاہیے کہ سمجھیں کہ علمار کو معاش
سے فراغ نہیں آپس میں کافی سرمایہ یعنی روپیہ جمع کرکے علمار کی ایک جماعت
کو خاص اس کام کے لیے مقرر کریں اور اُنکی کافی خدمت مالی کرکے
معاش سے اُن کو مستغنی کریں پھر وہ علمار اس سے بے فکر ہو کر اس خدمت کو

انجام دینا جس طرح مشنری لوگ بڑے بڑے مشاہرے پا رہے ہین اور جابجا لکچر دیتے اور رسائل تقسیم کرتے پھرتے ہین اور ہمارے حضرات معترضین کو جو یہ اعتراض مذکور علمار پر سُوجھا ہے وہ انہی مشنریون کی مساعی کو دیکھکر سُوجھا ہی اور یہ اسوقت کچھ عام عادت ہوگئی ہی کہ اصل حقیقت مین غور نہین کرتے بس دوسری قومون کے رسم ورواج کو اپنا رہنما بناکر اُنکی موافقت مخالفت کو معیار استحسان وعدم استحسان کا قرار دیا ہی چونکہ مشنری لوگ ایسا کررہے ہین اور علمار کو ایسا کرتے کم دیکھا ہی بس اعتراض کردیا لیکن قطع نظر حقیقت بینی کے جسکے متعلق بندہ نے اوپر عرض کیا ہی یہ بھی نہ دیکھا کہ اپنے علمار پر اُن کے علمار کے برابر سعی نہ کرنے کا الزام دینے سے پہلے ہم یہ بھی تو دیکھ لین کہ آیا ہمارے دنیا دار اُن کے دنیا دارون کی برابری بھی اعانت مالی کرتے ہین یا نہین یہان وہی مثل صادق ہی ع حفظت شیئا وغابت عنك اشیاء + البتہ کوئی مقام ایسا ثابت ہوجاوے تو بیشک ہان تبلیغ اسلام کے وجوب کا انکار نہین لیکن یہ وجوب علمار کے ساتھ خاص نہین سب اہل اسلام پر بقدر اپنی وسع کے واجب ہوگا۔

ایک شبہ طالبعلمون پر یہ کیا جاتا ہی کہ یہ لوگ تقریر و تحریر مین قاصر ہوتے ہین لیکن اس شبہ مین نہایت بے انصافی سے کام لیا گیا ہی ایک دو کو دیکھکر سب پر ایک حکم لگا دیا گیا ہی کیا علمار و طلبار مین بہ خوشتحریر وخوش تقریر بکثرت نہین پائے جاتے کیا ان خوش بیانون کا مقابلہ دوسری تعلیم کا کوئی بڑے سے بڑا فاضل کرسکتا ہی پس جن طلبہ مین اسکی کمی ہی اُسکے ذمہ دار خود اُنکی کوتہ ہمتی و بے توجہی ہی البتہ اتنی ضرورت اس زمانہ مین ضرور معلوم ہوتی ہی کہ مثل دیگر علوم کی تعلیم کے خوش تحریری وخوش تقریری کی مشق کا اہتمام بھی مدارس مین بالالتزام کیا جاوے اس طور پر کہ وہ طلبار کا اختیاری امر نہ رہے بلکہ سب کو اُسپر مجبور ہونا پڑے گر پھر بھی ایسے لوگ زیر تعلیل ہی ہی

ثابت ہونگے کہ اُن کو فطری طور پر تقریر و تحریر سے مناسبت کم ہوگی سو ایسے لوگ اپنے عمل کے لیے علم پڑھین دوسرون کے افادہ کے لیے اور بہت لوگ مل سکین گے یہ کیا فرض ہے کہ ہر کام ہر شخص کیا کرے اسی کے متعلق ایک شبہ خط کے خام ہونے کا ہے سو میرے نزدیک یہ امر کوئی قابل التفات نہین خط کا صاف ہونا تو ضروری امر ہے کہ بے تکلف پڑھا جاوے کیونکہ بدون اُسکے جو مقصود ہے کتابت سے وہی فوت ہوتا ہے باقی باقاعدہ اور خوشنما ہونا یہ کوئی ضروری امر نہین اسکو ضروری سمجھنا یہ ایک عامی خیال ہے۔

ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ طالب علمون کو عقل کم ہوتی ہے معاملات کو نہین سمجھتے اکثر دنیا کے قصون سے بیخبر ہوتے ہین اگر ان سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جاوے جس کا تعلق کسی معاملہ سے ہو تو اُس کو سمجھ نہین سکتے اگر کوئی انتظامی کام ان کے سپرد کر دیا جاوے تو اُسکو کر نہین سکتے۔ اس شبہ مین بھی نہایت ہی عدم تدبر سے کام لیا گیا ہے اس معترض نے عقل اور تجربہ کو ایک قرار دیا ہے حالانکہ ان دونون کے احکام الگ الگ ہین کیا اگر کسی بڑے عاقل فاضل شخص کو یہ نہ معلوم ہو کہ فلان کارخانہ مین فلان نمبر کا جوتہ کس قیمت کا ہے تو کیا اُسکو اتنی بات پر بیوقوف کہدین گے اگر کوئی ایسا کہے گا تو وہ خود اس لقب کے قابل ہوگا اسی طرح اہل علم کو جن معاملات سے سابقہ کم پڑتا ہے یا نہین پڑتا اُن کے متعلق اُنکے معلومات کم ہوتے ہین یا نہین ہوتے اور ایسے ہی امور کی نسبت جب اُن سے ناتمام عبارت مین سوال کیا جاتا ہے تو اُن کو اُس سوال کے اجزا کے سمجھنے کی ضرورت ہونا پھر محل تعجب یا اعتراض کیا ہے یہ کمی تو سائل کی ہے کہ اُسکو اظہار واقعہ کا سلیقہ نہین اور ایسے افہام و تفہیم کی احتیاج تو ہائی کورٹ کے ججون تک کو ہوتی ہے جو کہ اکمل علمائے قانون و افضل عقلائے ملک تسلیم کر لیے گئے ہین اسی طرح ہم قسب و روز دیکھتے ہین کہ انگریزی خوان بڑی بڑی ڈگریان حاصل کر کے سارٹیفکٹ لیکر آتے ہین

اور ادنی سے ادنی کام سب انسپکٹری یا نائب تحصیلداری کا بھی بدون سیکھلانے کے نہین کرسکتے تعجب ہے کہ دونون طرف ایک ہی حالت پھر اُس حالت کا نام ایک طرف ناتجربہ کاری اور دوسری طرف بدعقلی رکھا جاوے کیا یہ ظلم نہین ہے اگر اہل علم کسی طرف ادنی توجہ کرتے ہین تو وہ ان دنیا کے کامون کو بھی ایسا اچھا کرتے ہین کہ بڑے بڑے تجربہ کار دنگ رہ جاتے ہین چنانچہ اس کے زندہ نظائر بکثرت موجود ہین۔

الباب الثانی

تیسری فصل

۔ مدارس کی بعض اصلاحات ہین۔ اس مین تو ذرا شبہ نہین کہ اس وقت مدارس علوم دینیہ کا وجود مسلمانون کے لیے ایک ایسی بڑی نعمت ہے کہ اُس سے فوق متصور نہین دنیا مین اسوقت اگر اسلام کے بقاء کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہین ان کو بیکار بتلانے والا معلوم ہوتا ہے ابھی تک اسلامی ضرورت سے اور مدارس کے اثر سے محض بیخبر ہے۔

مختصر بیان اس کا یہ ہے کہ اسلام نام ہے خاص عقائد اور خاص اعمال کا جسمین دیانات ومعاملات ومعاشرات واخلاق سب داخل ہین اور ظاہر ہے کہ عمل موقوف ہے علم دین پر اور علوم دینیہ کا بقا ہرچند کہ فی نفسہ موقوف نہین ہے مدارس پر مگر باعتبار عوارض وقتیہ عادۃً ضرور موقوف ہے مدارس پر جس شخص کو تجربہ ہوگا وہ اس حکم مین ذرا توقف نہین کرسکتا اور جس کو توقف ہو وہ تجربہ کرسکتا ہے اسلیے اس مین تطویل کلام کی حاجت نہ سمجھی گئی غرض بالیقین یہ مدارس خدا تعالی کی بہت بڑی رحمت اور بہت بڑی نعمت ہین لیکن اسکے ساتھ ہی ہم جیسے بعض عمال وخدام کی سوء تدبیر سے ان مدارس مین متعدد امور ایسے بھی پائے جاتے ہین جنکی اصلاح بہت ضروری ہے اور اصلاح نہ ہونے سے اہل علم کی جماعت معترضین کا ہدف ملامت بھی

تی ہی اور خود روح مدارس کی کہ اُنکی اقامت کی غایت ہی یعنی عمل بالدین
وہ بھی ضعیف ہو جاتی ہی اور نیز اُن امور کو دیکھکر دوسرون پر یہ اثر ہوتا ہے
کہ وہ لوگ علوم دینیہ سے متوحش اور نفور ہو جاتے ہین اور سبب اس کا جماعت
اہل علم کی ہوتی ہی تو گویا وہ درجۂ تسبب مین یصدون عن سبیل اللہ کے
مصداق مین داخل ہوتے ہین اسلیے اُن امور کی اصلاح کے متعلق مختصر بیان
کرکے اہل علم کو اُنکی اصلاح کی طرف متوجہ کرتا ہون اور اگر میری کوئی رائے
خلاف تحقیق ہو تو آپ کے عرض کرنے سے معافی چاہتا ہون اسوقت جو امور ذہن
مین ہین وہ یہ ہین

(۱) بعض جگہ چندہ فراہم کرنے مین قواعد شریعت و مروت کے خلاف کیا جاتا
ہے جس کا بیان بقدر ضرورت باب ہذا کی فصل دوم مین ہوا ہی اسی کے
فروع مین سے ایک وہ رسم ہی جو بعض برادریون مین التزاماً
مقرر ہی کہ جب اُن مین شادی ہو تو مدرسہ کے لیے کوئی خاص رقم ضرور لی جاتی
واقعات کی تفتیش سے ثابت ہوا ہی کہ (۲) مین اکثر تقل اور جبر ہوتا
کسی نے مانگ لیا تب تو ظاہر ہی ہی اور اگر نہ بھی مانگا تب بھی احتمال غالب
ہے کہ یہی سمجھکر دیتے ہین کہ نہ دینے سے تمام برادری کے خلاف ہوگا اور
ہلکی ہوگی اسلیے گو دل نہ چاہے مگر ضرور دیتے ہین میں نے اس کا اچھی طرح
تصریح کرا کرا کر تجربہ کیا ہی لوگون نے صریح اقرار کراہت کا کیا۔

برادری مین جن لوگون کو فرد خرچ کا لکھنا سپرد ہوتا ہی وہ اس کا لحاظ رکھین
کہ مدرسہ کا اور اسی طرح مسجد کی مد اُس مین ہرگز نہ لکھین ہر چند کہ تمام مدات
اس فرد کے یہی حکم رکھتے ہین اور لڑکے والے سے ان رقوم کا وصول کرنا ہرگز
جائز نہین مگر مسجد و مدرسہ مین ایسی رقم کا لگانا اور بھی برا ہی کہ حدیث مین
اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا الطَّیِّبَ پس دین کے کام مین ایسی رقم لگانا
جو بطریق غیر مشروع وصول کی گئی ہو اور بھی زیادہ مذموم ہے

اسی طرح بعضے دیہات مین ہل پیچھے کچھ غلہ مقرر ہو جاتا ہی اس مین علاوہ بے احتیاطی
زکوٰۃ کے بعض جگہ یہان تک بے احتیاطی ہوتی ہی کہ اگر اس ہل کا کھیت کسی
یتیم کا ہو اُس سے بھی وہ حصہ لے لیتے ہین جو کسی طرح جائز نہین اسی کے فروع
مین سے ایک یہ ہی کہ دوامی چندہ مین بعد موت وعدہ کرنے والے کے اُسکے ورثہ
اُس چندہ کو جاری رکھتے ہین اور اہل مدارس اسکی تحقیق نہین کرتے کہ ان لوگون
نے اپنی ملک مختص سے اسکو جاری رکھا ہی یا ترکہ مشترکہ سے اور اس ترکہ مشترکہ
مین کوئی یتیم یا غائب یا غیر راضی تو نہین ہی اسی طرح میت کے کپڑون کو مدرسہ
مین دینے لگے وقت اُس میت کے ورثہ اور اُن بلوغ اور رضا کی تحقیق نہین کیجاتی
(۲) چندہ دوامی مین جو آخر سال مین بقایا واجب رہ جاتا ہی میرے نزدیک اس
بقایا کا طلب کرنا امر منکر معلوم ہوتا ہی اس مین اظہار ہی صاحب چندہ کی نادہندگی
و خلف وعدہ کا۔

مین نے مدرسہ کانپور مین اسکی اس طرح اصلاح کی ہی کہ رودادمین صرف
وصول شدہ چندہ لکھا جاتا تھا اور بقایا کو مدرسہ کے خاص رجسٹر مین محفوظ رکھا جاتا
تھا جسکی یاددہانی بذریعہ خط کے خاص طور پر کردی جاتی تھی اور میرے نزدیک
یاددہانی مین ضرور ہی کہ لزوم و تاکد کے الفاظ نہ ہون بلکہ تصریح کردی جاوے
کہ آپ کو اطلاع کی جاتی ہی اگر رغبت ہو بھیج دیجیے ورنہ آپ آزاد ہین۔
اور یہ کبھی خیال نہ کیا جاوے کہ اس طرح پھر کون دیتا ہی یہ سب غلط خیال ہی
جتنا آنا ہوتا ہی آتا ہی اس کا کامل تجربہ ہو چکا ہی۔ ہرگز وسوسہ نہ کیا جاوے۔
(۳) بعضی رقوم جو واجب التملیک مدرسہ مین آتی ہین اور ضرورت ہوتی ہی
مدرسہ کے مدات غیر واجب التملیک مین تو اُس مین ایک حیلہ تملیک کا کیا جاتا ہی
جو سب کو معلوم ہی لیکن چونکہ جانبین کو معلوم ہی کہ اُس مین تملیک حقیقتاً ہرگز
مقصود نہین جس کا ایک امتحان بھی ہی کہ اگر وہ مسکین بعد قبضہ کے پھر داخل مدرسہ
نہ کرے تو اسوقت دیکھیے کسقدر بے لطفی اور بدمزگی ہوتی ہی۔ بلکہ عجب نہین کہ

اُس سے چھین لیا جاوے یا تمام عمر کے لیے اُسکی صورت سے بیزار ہوجاوین تو اگر وہ تملیک حقیقی تھی تو پھر اس جبر کے کیا معنی اور اگر تملیک نہین، تو وہ واجب یعنی زکوۃ وغیرہ ادا نہین ہوئی تو معطی نے تو اس کو امین سمجھکر وہ رقم اس کے سپرد کی تھی اور اس نے اس طرح اُسکو ضائع کیا۔

اگر مدات غیر واجب التملیک ہی مین صرف کرنا ہو تو اُسکی ایک اور صورت اس سے بہتر ہی گو وہ بھی خلوص کے خلاف ہی مگر قواعد کے خلاف نہین وہ یہ کہ کسی مسکین کو مشورہ دیا جاوے کہ وہ مثلاً مبلغ پچیس روپیہ کسی سے قرض لیکر مدرسہ کی اُس مد ضروری الوقف مین تبرعاً دیدے اور پھر مہتمم وہ رقم واجب التملیک اُس مسکین کو تملیک حقیقی بغرض اعانت ادائے قرضہ کے دیدے پھر قرضخواہ اُس سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کرے اور اگر نہ دے تو اُس سے چھین لینا جائز ہے۔

(۴) بعض لوگ رقوم چندہ مین اس طرح بیجا اخراجات اور خلاف اذن تصرفات کرتے ہین جیسے گویا اِن کی ملک ہی اس مین بہت احتیاط کرنا چاہیے۔ تفصیل اسکی خود واقعات مین غور کرنے سے معلوم ہوسکتی ہے۔

(۵) اکثر جگہ جہان طلبہ کو لوگ ذلیل وحقیر سمجھتے ہین طلبہ کے لیے معیوب ہی کسی کے گھر پر کھانا لینے جاوین کہ اس مین سخت تحقیر واہانت ہی علم واہل علم کی نیز اس مین ایک اخلاقی خرابی ہو وہ یہ کہ دوسرے سے مانگنے مین انقباض طبعی یعنی جھجک نہین رہتی دل کھل جاتا ہی اور یہی انقباض طبعی حیا کی ایک بڑی فرد ہی جو مانع ہی انسان کو سوال مذلت سے جب یہ نہ رہی تو اب اس کا رکنا سوال سے عقلاً ہوگا طبعاً نہ ہوگا اور غرض ایک ایسی چیز ہی جو مانع عقلی کو بہت جلد ... رفع کردیتی ہی ایسے وقت مانع طبعی ہی کی ضرورت ہوتی ہو جب وہ نہ رہی تو اس شخص کو جب موقع ہوگا بے تکلف لوگون کے سامنے ہاتھ پھیلا دے گا۔ تو گویا عمر بھر کے لیے اس کا ایک کمال فطری برباد ہوگیا پھر جب اس شخص کی

قدر و منزلت کسی کے دل مین نہ رہی تو اس کا وعظ وارشاد کیا نافع و موثر ہوگا اسلیے میری رائے رجسپر مین پہلے جامع العلوم کانپور مین اوراب مدرسہ تھانہ بھون مین بھی کاربند رہا اور ہون) یہ ہی کہ اس طریقہ کو بند کردیا جاوے۔ جو شخص طالب علم کو کھانا دینا چاہے وہ مدرسہ مین بھیجدے اسی طرح دعوت مین بھی طلبہ کو نہ بھیجا جاوے جس شخص کو کھلانا ہو مدرسہ مین لاکر کھلادے۔ اس سے اُنکی عزت بھی محفوظ رہیگی اور خود اُن مین بھی ایک شان استغنار والوالعزمی وجبار کی پیدا ہوگی جس کا اثر لوگون پر بہت اچھا ہوگا اور ہرچند کہ پہلے بزرگون نے طلبہ کے لیے اسکو گوارا رکھا ہی لیکن اُسوقت کے عوام دنیادار اہل علم کو ذلیل نہ سمجھتے تھے پس اس مین یہ مفسدہ نہ تھا بلکہ وہ لوگ ان حضرات طلبہ کے آنے کو اپنے گھر کے لیے موجب برکت سمجھتے تھے اور خود طلبہ کے کبر کا معالجہ بھی اس مین تھا۔ اس مین کچھ مضائقہ نہ تھا اور اب عوام کے حالات وخیالات اکثر بدل گئے اسلیے یہ مفسدہ حادث ہوگیا اور قاعدہ شرعیہ ہی کہ جس امر مین مفسدہ ومصلحت دونون ہون وہ واجب الترک ہوتا ہے۔ رہا علاج کبر کا تو وہ دوسرے طریقون سے ہوسکتا ہی البتہ اگر کوئی ایسا مقام ہو جہان یہ مفسدہ تحقیر کا نہ ہو وہ اس منع سے مستثنے ہی اور اسی کی ایک فرع ہے طلبہ کو فراہمی چندہ کے لیے سفر کرانا اسکے بھی وہی آثار ہین جو کھانا لینے کے لیے گھرون پر جانے کے ہین۔ والاستثنار الاستثنار۔

(٦) بعض مدارس مین طلبہ کے اعمال واوضاع پر اصلا روک ٹوک نہین ہے اس سے جو برا اثر عوام پر اور خود اُن طلبہ پر واقع ہوتا ہی محتاج بیان نہین

(٧) بعض مدارس مین ایسے لوگون کو سند فراغ دیدی جاتی ہی یا دستاربندی کردی جاتی ہین جو باعتبار کمال علمی یا اصلاح عملی کے اس کے اہل نہین ہوتے جب اُن لوگون کی علمی یا عملی کوتاہی دوسرون پر ظاہر ہوتی ہی تو دوسرے علماء کو اُن پر قیاس کرکے سب بدظنی پیدا ہوجاتی ہی اور جب علماء سے

بد ظنی ہو گئی تو دین کے باب مین کس سے رجوع کرین گے کس کے قول پر عمل کرین گے پھر دین کا کیا حشر ہوگا تو سبب ان سب مفاسد کے یہ بے احتیاط لوگ ہوئے جو نااہلون کو قوم کے سامنے مقتدا ظاہر کرتے ہین۔

(۸) اکثر مدارس مین طلبہ کی تقریر و تحریر کا کوئی خاص انتظام نہین اس مین اہل علم کو عاجز ہونا اُنکی منصبی خدمات کا ضعیف ہونا ہی اسلیے اس کا خاص انتظام واہتمام ضروری ہے۔

(۹) اکثر مدارس مین طلبہ کی رائے پر تعلیم ہوتی ہی جس سے اُنکی استعداد سرتاسر برباد ہوجاتی ہی اسی حالت مین برائے نام تکمیل ہوجاتی ہی اور کسی کام کے لائق ہوتے نہین پس اس سے بھی وہی مفاسد مذکورہ حادث ہوتے ہین اسلیے ضروری ہی کہ اُن کو پابند قواعد کا بنایا جاوے خواہ طالب علمون کی تعداد کم ہی کیون نہ ہوجاوے کام کے آدمی دو چار ناکارہ سو دو سو سے بھی افضل ہین۔

(۱۰) اکثر مدارس مین تجوید کا علم و عمل داخل نصاب نہین۔ اسی طرح اخلاق کی کوئی کتاب درس مین نہین۔

اول کی کمی کا یہ نتیجہ ہی کہ اکثر طلبہ بلکہ علماء بھی افسوس ہی کہ قرآن مجید اچھا نہین پڑھتے جس پر عوام بھی ہنستے ہین۔ کتنا بڑا ظلم ہی کہ عالم امام ہو اور نماز بروئے فقہ درست نہ ہو۔ دوسری کی کمی کی مضرتین اسقدر کثیر ہین کہ بیان نہین ہوسکتا جن کا خلاصہ یہ ہی کہ علماء کی اس فن سے بیخبری کی بدولت جھوٹے مکار پیر بن گئے اور وہ خلقت کے دنیا و دین کو ذبح کر رہے ہین۔

طلبہ پر لازم کیا جاوے کہ تجوید علماً و عملاً حاصل کرین اور کتب اخلاق کو درس مین داخل کرین اور بعد فراغ التزاماً طلبہ محققین اہل اللہ کی خدمت مین حسب گنجائش قیام کرین اور اُن سے آداب واخلاق سیکھین اور اُنکی صحبت سے برکت حاصل کرین اور چندے اُنکی خدمت مین آمد و رفت رکھین جس سے کہ نسبت باطنیہ ایک گونہ راسخ ہوجاوے پھر خلق اللہ کے ارشاد کو اپنے ہاتھ مین لین انشاء اللہ تعالیٰ

عموماً عوام اہل اسلام انسے وابستہ ہوکر چھوٹون کو چھوڑ دین گے اور مضمون قُل جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید آنکھون سے نظر آجاوے گا۔

(۱۱) بعض مدارس مین باوجود اسکے کہ سب مدارس اسلامیہ کی غرض متحد ہی یعنی خدمت علوم دینیہ مگر پھر بھی اُن مین سے بعض مین باہم تزاحم و تصادم ہوتا ہے کہین علانیہ کہ ہر مدرسہ کی طرف سے دوسرے مدرسہ کے خلاف تحریراً و تقریراً سعی ہوتی ہو اشتہارات مین دوسرے کو گھٹایا جاتا ہی اہل چندہ کو دوسری جگہ کی اعانت سے منع کیا جاتا ہی اور کہین خفیہ طور پر کہ عوام کو تو اطلاع نہ ہو مگر کارکن لوگ اور دوسرے اہل فہم بھی سمجھ جاتے ہین پھر شدہ شدہ عوام پر بھی اُس کا ظہور ہو جاتا ہی اور اس کا اثر یہ ہوتا ہی کہ عوام یہ گمان کرتے ہین کہ بس یہ مدارس اسی غرض سے قائم کیے گئے ہین کہ ان کے ذریعہ سے مال و جاہ حاصل کرین ورنہ اگر محض دین مقصود ہوتا تو دوسرے کو دینی خدمت کرتے ہوئے دیکھکر خوش ہونا چاہیے تھا کہ اپنے اوپر سے بار ہلکا ہوتا ہے برخلاف اسکے کہ جب دنیا مقصود ہوگی تو دوسرے کا وجود اُس مین مخل ہوگا اور اسلیے تنافس و تحاسد اُسکے لیے لازم ہی پھر یہ تزاحم یہان تک ترقی کرتا ہی کہ اہل چندہ سے متجاوز ہوکر طالب علمون تک کو ہر مدرسہ اپنی اپنی طرف کھینچتا ہے حتیٰ کہ اس کشاکشی مین بعض اوقات طالبعلمین کی اطاعت کی جاتی ہے اور اس تزاحم کا یہ بھی اثر ہوتا ہی کہ دوسرے مدرسہ مین چندہ کا زیادہ آنا اُس طرف اہل اعانت کا زیادہ راغب ہونا وہان کا جاہ و قبول وہان کام زیادہ ہونا یہ سب ناگوار ہوتا ہی اور اس امر کے اظہار کی کوشش ہوتی ہی کہ اپنے مدرسہ مین وہ سب خوبیان ظاہر اور ثابت کرین گو واقع مین نہ ہون اور گو ثابت بھی نہ ہو سکے۔

سو یہ سب دلیل ہی عدم خلوص و عدم للہیت کی۔ ان سب مفاسد کی اصلاح ضروری ہی چنانچہ کانپور مین کئی سال رہکر مجھکو اسکا خوب تجربہ ہوا ہے۔

تنبیہ بلیغ۔ بعض مدارس مین جتنے مفاسد اوپر لکھے گئے ہین ان مدارس کو بیکار نہ سمجھا جاوے اس حالت مین بھی اُن سے جو کچھ نفع دینی ہو اُسکے اعتبار سے اُن کا وجود نہایت غنیمت اور ضروری ہو اس حال مین سب مسلمانون پر اُنکی خدمت واجب ہو البتہ اصلاح مین حتی الوسع سعی بھی کرین۔

(۱۲) ایک عادت بعض مدرسین کی یہ ہو کہ کوئی مقام کتاب کا شرح صدر کے ساتھ حل نہ ہو مگر ہرگز طالب علم کے سامنے اسکو ظاہر نہ کرین گے اُلٹی سیدھی توجیہ کرکر کچھ نہ کچھ ہانکتے رہین گے اسی طرح بعض اوقات اگر غلط تقریر ہوجاتی ہے اور اتفاق سے کسی طالب علم کا ذہن صحیح مدلول تک پہنچ جاتا ہو تو اُسکی تقریر کو کبھی قبول نہین کرین گے اپنی ہی سخن پروری کرتے رہین گے یا کسی مقام پر مصنف ہی سے کچھ تسامح ہوجاوے تب بھی اُسکو خواہ مخواہ بناتے رہینگے اس مین علاوہ گناہ کے ایک خرابی یہ ہو کہ طالب علم کے اندر قبول حق اور انصاف کا مادہ کبھی پیدا نہین ہوتا بلکہ وہ بھی مثل اپنے اُستاد کے مصر علی الباطل و سخن پرور ہوتا ہو اور اس سخن پروری کے اثر سے شدہ شدہ فہم مین بھی کجی پیدا ہوجاتی ہو اور سبب اس کا محض کبر ہو کہ آدمی یون سمجھتا ہو کہ میری سُبکی ہوگی حالانکہ اوّل تو یہی غلط ہو قبول حق سے ہمیشہ مدح کی جاتی ہو اور آبرو بڑھتی ہو پھر اگر ایسا ہی ہوا تو اصرار علی الباطل کے مفاسد دنیویہ واخرویہ کے مقابلہ مین تھوڑی سُبکی بہت سہل ہو۔ اور بھی بعض ضروری اصلاحات ہین جن کو میرے مشفق مولوی عبد اللہ صاحب گنگوہی نے اپنی ایک تحریر مسمیٰ بہ ناصح الطلبہ مین بیان کیا ہو جو کہ اس رسالہ کے اخیر مین ملحق ہو اُس کو بھی ضرور ملاحظہ فرمالیا جاوے

الباب الثانی

فصل چہارمی۔ واعظین ومصنفین ومفتیین کی اصلاحات مین۔ چونکہ مثل درس کے جس کا اوپر ذکر ہوا وعظ وتصنیف وافتا بھی منجملہ وظائف اہل علم کے ہو

اسلیے اسکے متعلق اصلاحات بھی علی الترتیب قابل ذکر ہین۔
اصلاحات متعلقہ وعظ۔ ایک کوتاہی تو وعظ نہ کہنے کی ہی کہ اکثر اہل علم کو دیکھا ہی کہ وعظ کے صرف تارک ہی نہین بلکہ اُس سے نفور اور اُس کی تحقیر کرنے والے ہین اور اُس سے عار کرتے ہین اور وعظ کہنے کو خلاف شان علم سمجھتے ہین اور یہ خطائے عظیم ہی۔ اصل طریقہ تعلیم دین کا جس کے واسطے حضرات انبیار علیہم السلام مبعوث ہوئے ہین وعظ وارشاد ہی جس کے ذریعہ سے تبلیغ دین فرماتے تھے باقی درس وتالیف وغیرہ تو اسکے تابع ہین کیونکہ سلف مین بوجہ اہتمام حفظ وتدین صرف زبانی روایت وخطبات عامہ پر قناعت اور وثوق کیا جاتا تھا بعد مین حفظ علوم کے لیے درس وتالیف کی ضرورت ہوئی پھر اس حفظ سے ظاہر ہی کہ مقصود وہی تبلیغ وخطاب اِلیٰ ہی جس کے قسم عام کو وعظ کہا جاتا ہی۔ پس مقصود بالذات اس تامنر اشتغال بالدرس والتالیف سے وعظ ہی ٹھہرا پس مقصود بالذات کی اہانت کتنی بڑی خطا ہی۔
بقیہ کوتاہیان جو وعظ کہنے کے متعلق ہین وہ یہ ہین۔
(۱) وعظ کہکر نذرانہ لینا یا پہلے سے ٹھہرالینا جس کا ایک اثر یہ ہی کہ اُس وعظ کا کسی پر اثر نہین ہوتا دوسرا اثر یہ ہی کہ واعظ اظہار حق سے بخوف فوت مال رکتا ہی اور تنخواہ لیکر وعظ کہنا اس سے مستثنیٰ ہی اسی باب کی دوسری فصل مین اس کا کچھ مبسوط بیان ہوا ہی۔
(۲) وعظ مین غیر ضروری یا مضر عوام مضامین مثل دقائق تصوف ومسائل غریبہ بیان کرنا۔
(۳) مغلق تقریر وعظ مین کرنا۔
(۴) کسی خاص شخص پر وعظ مین تعریض کرنا جس سے مفسدہ کا باب مفتوح ہوتا ہے۔
(۵) وعظ مین کسی کی فرمائش کا تابع بن جانا ونحو ذلک۔

اصلاحات متعلقہ تصنیف - اس مین بھی چند کوتاہیان ہوتی ہین -

(۱) غیر مفید فنون مین تصنیف کرنا -

(۲) ردّ و قدح و مجادلہ کو اپنی تصنیف کا مطمح مقصود بنالینا -

(۳) ایسے مباحث لکھنا جنکی ضرورت عوام کو نہ ہو یا اُن کو مشوش کرنیوالے ہون مثل بعض مسائل تصوف یا کلام کے اور اگر خواص کو نفع پہنچانے کی ایسی ہی ضرورت ہو تو خاص زبان مین مثلاً عربی مین لکھے کہ عوام الناس کی نظر تک پہنچے

(۴) تصنیف کرکے حق تصنیف بیع کرنا -

(۵) محض تجارت کے لیے عوام کے مذاق پسند تصنیف کرکے اُس سے روپیہ حاصل کرنا -

اصلاحات متعلقہ افتاء - اس مین یہ کوتاہیان ہین -

(۱) استفتاء لیکر رکھ لینا اور مہینون جواب نہ دینا -

(۲) محض تحصیل زر کے لیے افتاء کو آڑ بناکر اُس پر فیس وغیرہ مقرر کرنا البتہ اگر سچ مچ اسکی تکمیل وانتظام مین کچھ خرچ ہوتا ہو تو بقدر اُسکے پورا کرنے کے کوئی مناسب مقدار اہل استطاعت پر بطور فیس کے لگادینے کا مضائقہ نہین

(۳) ہر سوال کے جواب کی کوشش کرنا اگر نہ بھی معلوم ہو تو یہ نہ لکھنا کہ ہم نہین جانتا بلکہ کھینچ تان کر کچھ لکھدینا اسی طرح معلوم ہونے پر بھی ہر سائل کو ہر سوال کا جواب دیدینا اس کا اثر بھی عوام مین بہت مذموم ہوتا ہے پھر سائلین علماء کو اپنا تابع بنانے کی کوشش کرتے ہین جو سوال فی نفسہ غیر ضروری ہو یا اُس سائل کے اعتبار سے غیر ضروری ہو صاف کہدیا جاوے یا لکھدیا جاوے کہ یہ سوال غیر ضروری ہے یا سائل دلیل دریافت کرے اور لیاقت دلیل سمجھنے کی نہ رکھتا ہو مجیب کو صاف جواب دیدینا چاہیے اُس کے سمجھانے کی کوشش نہ کرے -

جب دلیل انّی کے ذکر کرنے مین اسقدر تنگی کا مشورہ دیتا ہون تو علت یعنی دلیل لمّی دریافت کرنے کی تو کبھی عوام کو گنجایش ہی نہ دے کہ اُس کا علم تو خود

علما کو کبھی پورا پورا نہیں - البتہ اسقدر بتلا دینا ضرور ہی کہ فرض ہونے کی
دلیل انّی تو ارشاد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دلیل لمّی اسکی وہ
حکمتیں ہین جن کے بنا پر نماز فرض کی گئی جسکو آجکل کی عام اصطلاح مین
فلاسفی کہتے ہین اور جب مطلق دلیل بتلانے مین بھی سائل کی فرمائش کا پورا
کرنا نامناسب ہی تو دلیل مین تخصیص کا اتباع تو اور بھی زیادہ نامناسب ہوگا
مثلاً بعضے فرمائش کیا کرتے ہین کہ قرآن مجید سے اس کا ثبوت لاؤ -
اب مجیب صاحب ہین کہ قرآن مین تلاش کرنے کے لیے پریشان ہین
دوسرون سے مدد لیتے پھرتے ہین مجھکو ان حضرات کے تکلف سے تعجب
ہوتا ہی حکم شرعی کے لیے مطلق دلیل شرعی کافی ہی دلیل خاص کی حاجت نہین
اور ادلہ شرعیہ چار ہین - کتاب وسنت واجماع وقیاس مجتہد - ان مین سے
اگر ایک دلیل سے بھی حکم ثابت کر دیا جاوے وہ ثابت ہو جاوے گا - البتہ
حسب تفاوت ادلہ کے خود ان احکام کے ثبوت کا درجہ بھی متفاوت ہوگا -
(۴) بعضے مستفتی حیلے پوچھا کرتے ہین ہرگز نہ بتلانا چاہیے -
(۵) بعض اوقات سوال مجمل ہوتا ہی اور وہ محتمل دو صورتون کو ہوتا ہی اور
ہر صورت کا حکم جدا ہوتا ہی وہان اکثر اہل علم تشقیق سے جواب دیتے ہین کہ
اگر یہ صورت ہی تو یہ حکم ہی اور اگر وہ صورت ہی تو وہ حکم ہی اسکو تجربہ کارون
نے منع فرمایا ہی کہ اس سے ناخدا ترس لوگون کو اپنی مرضی کے موافق سوال
تراش لینے کی گنجایش ملتی ہی کہ وہ اسی شق کے مدعی بن جاتے ہین اور
اصل واقعہ ملتبس ہو جاتا ہی - اس کے متعلق بندہ نے کسیقدر پرچہ القاسم
نمبر ا - جلد اول مین بھی لکھا ہی ملاحظہ فرما لیا جاوے -

الباب الثانی

پانچوین فصل - بعض متفرق اصلاحات مین مثلاً بعض اہل علم کو دیکھا جاتا ہے

کہ اپنے کو خوب بناؤ سنگار سے رکھتے ہین نہ اس مین بھی بہت تکلف کرتے ہین یہ امر شان علم کے بالکل خلاف ہی اور علامت اسکی ہی کہ یہ ضروری خدمات علم سے سبکدوش ہین کیونکہ اسکی فکر کے ساتھ ان تکلفات کی طرف ہرگز التفات نہین ہوتا انکی گنجائش اور مہلت بھی نہین ملتی اسی طرح کھانے اور سواری مین اس کا اہتمام یا مجلس مین صدر مین بیٹھنے کا شوق یا مجمع مین امام ہونے کا خیال یا چلنے مین تقدم کی فکر یہ سب شعبے ہین ریا اور کبر کے اور منافی ہی غرض علم کے۔

تواضع واجبات شرعیہ وعقلیہ سے ہی اور نافع ہی تکمیل خدمت دین مین کہ اس سے لوگون کو انس اور انس سے اُن کو نفع دینی بآسانی پہنچتا ہی اسی طرح بروئے حدیث البذاذة من الایمان سادگی ضروری ہی اس سے یہ بھی فائدہ ہی کہ مساکین کو بُعد و توحش نہین ہوتا اور یہ لوگ دین کے زیادہ قبول کرنیوالے ہوتے ہین اسلیے ان کو ضرور قریب رکھنا چاہیے۔ البتہ سادگی کے ساتھ لباس اور نظافت ضروری ہی نظفوا افنیتکم ضرورت تنظیف کو بتلا رہا ہی جب افنیہ جن کو تلبس بعید ہی واجب التنظیف ہین تو البسہ کی جن کو تلبس قریب ہی اور بدن کہ خود ہی کیونکر واجب التنظیف نہ ہوگا۔

اور مثلاً دوسرے مولویون کو بُرا بھلا کہنا کہ علاوہ اس کے کہ بعض اوقات معصیت بھی ہوجاتی ہی عوام پر بُرا اثر ہوتا ہی وہ سب سے بدگمان ہوجاتے ہین اگر کسی صاحب باطل کے شر سے بچانا ہی ضروری ہو تو تہذیب کے ساتھ اطلاع کر دینا کافی ہی اور جس طرح خود اس مین مشغول ہونا مضر ہی اسی طرح دوسرے مشغول کے ساتھ شریک ہوجانا یعنی کسی دوسرے شکایت کرنے والے سے شکایت مولویون کی سُن لینا بھی ایسا ہی مضر ہی بلکہ غیر مولویون کی مذمت کرنا یا سننا بھی گو کسی حالت مین جائز بھی ہو مگر علمار کی شان کے مناسب نہین بعض دفعہ اس مین کوئی ایسا مفسدہ پیدا ہوجاتا ہی کہ اپنے دین مین حرج ہونے لگتا ہے۔ اور

[illegible]

کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا لا تقضین بین اثنین اُن علماء کو جو کہ حکام نہیں ہیں اس میں پڑنا مناسب نہیں کہ اس میں بدنامی اور شبہ طرفداری کا ہوتا ہے پھر جو نفع دینی مسلمانوں کے ساتھ یکسان تعلق رکھنے سے ہوتا وہ فوت ہو جاتا ہے البتہ ایک صورت شبہ سلہ کی بہت اسلم یہ ہے کہ فریقین اگر درخواست کریں تو اُن سے کہے کہ تم دونوں ملکر سوال لکھکر اپنے اپنے دستخط کر دو پھر اُسپر حکم شرعی بطور جواب لکھکر حوالہ کرے کہ اسپر دونوں عمل کر لو یا کسی ثالث کو حکم مقرر کر کے اُس سے نافذ کرالو اور اسی مصلحت سے مناسب ہے کہ کسی شخص کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دے اور اسی مصلحت سے مناسب ہے کہ مالی معاملات سے علیحدہ رہے مثلاً چندہ وصول کرنا یا اُس کا تحویلدار بننا یا اُسکے صرف کا اہتمام لینا یہ سب صورتیں بدگمانی اور تہمت کی ہیں ایسے کام متدین رؤساء کے متعلق ہونا چاہیے البتہ اُن رؤساء کو چاہیے کہ جو کام کریں علماء سے حکم شرعی دریافت کر کے کریں

خاتمہ

اُن باہمی تعلقات کے بیان میں جو اہل دنیا اور اہل علم میں ہونے چاہئیں۔

مختصر اُس کا یہ ہے کہ دنیادار علماء کو اپنا مخدوم سمجھیں ۔ اُن کا ادب اور تعظیم کریں ۔ جو کام دین کا کر رہے ہیں جس میں مال کی ضرورت ہو بدون اُنکی استدعا کے اُس میں اعانت کریں ۔ جوابات اُن سے پوچھیں ادب سے پوچھیں ۔ دلائل دریافت نہ کریں ۔ اگر کوئی شبہ ہو معاندانہ سوال نہ کریں مستفسرانہ پوچھیں اگر اُن سے کوئی لغزش ہو جاوے تو اُنکی مذمت نہ کریں آخر وہ بشر ہیں اُن سے بھی خطا ہوتی ہے وہ اس حال میں بھی تمہارے نفع اور ہدایت کے لیے کافی ہیں تم اُن کے اقوال پر عمل کرو افعال کو مت دیکھو ۔ تمہارا اشبہ ایک عالم سے حل نہ ہو دوسرے سے حل کرو اور ایک کا قول دوسرے کے روبرو نقل کرو۔

آور علمار کو چاہیے کہ دنیاداروں کو اپنا برابر کا بھائی سمجھیں۔ اُن سے تعظیم وخدمت کے متوقع نہ ہون۔ اگر بلا توقع کچھ کردیں یون سمجھیں کہ علم اور دین کی خدمت تو ہمارے ذمہ تھی اُنھون نے احسان کیا کہ ہماری اعانت کی اُس پہ قیل وقال نہ کرین جیسے بعض کی عادت ہو کہ بہت غصہ ... تکرار کہیں ترقی تنخواہ کا تقاضا ہی کہیں ... پر بحث ہی۔ اگر اُن سے کچھ بے تمیزی ہو جائے صبر کریں بد مزاجی نہ کرین۔ یہ سمجھ لین کہ جب ان کو ہماری برابر علم نہیں تو ہماری برابر تمیز کیسے ہوگی۔ اگر کسی کو قولاً یا فعلاً حد شرع سے متجاوز دیکھیں جس پر حکومت وقدرت نہ ہو اُس پر تشدد نہ کرین نرمی سے دلجوئی سے بہت اصلاح ہوتی ہی۔ اگر عامی کوئی حق بات کہے قبول کرنے سے عار نہ کرین۔ اگر کسی مسئلہ مین اپنی غلطی ظاہر ہو اعلان کردین۔

آب رسالہ کو جو کہ دس فصل پر مشتمل ہی ختم کرتا ہون اور امید کرتا ہون کہ انشاءاللہ تعالیٰ یہ رسالہ باوجود اختصار کے ضروریات متعلقہ علوم دینیہ کے لیے جامع اور علمار وعوام دونون کو نافع ہے۔

وان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

ناصح الطلبہ

جس کا ذکر حقوق العلم کے باب دوم فصل سوم مین ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد خیر القرون کے جو انقلابات اُمت مرحومہ مین ہوئے اُنکی تفاصیل کا احاطہ تو متعذر رہا اور بقدر ضرورت اُس کو مع اُسکی اصلاح کے حکیم الامۃ جامع شریعت و طریقت حضرت اقدس مولانا محمد اشرفعلی صاحب مدفیوضہم تحریر فرما رہے ہین جو رسالہ القاسم مین ناظرین ملاحظہ فرماتے ہین۔

منجملہ اُن کے ایک انقلاب طلبہ مین ہوا جو اکثر انقلابات کا مبدء و منشا ہے وہ یہ کہ زمانہ حال کے طلبہ مین دو طرح کی خرابی ہے ایک تو طلب کی حیثیت سے دوسرے اخلاقی جہت سے۔

اس زمانہ کے طلبہ کو پیش نظر رکھکر تدریجاً اساتذہ اور اساتذہ کے اساتذہ و ہلم جراً حضرات مصنفین و متقدمین علماء پر نظر ڈالیے تو ان طلبہ اور اُن حضرات مین طلب کی حیثیت سے بعد المشرقین کھلی آنکھون مشاہدہ ہوگا اُن حضرات مین طلب کی یہ شان تھی کہ ایک ایک حدیث کے لیے کوسون اور منزلون سفر فرماتے تھے اور ایک ایک راوی کی تحقیق مین بعد و بعد مسافت و متاعب برداشت فرماتے تھے اور باوجود اس مشقت کے اگر مطلوب تک وصول نہ ہوتا تھا تو طلب کو نہ چھوڑتے تھے اور ایک ایک مسئلہ کی تدقیق مین راتین گذار دیتے تھے۔ اور ایک ایک سطر کے حل کرنے کے لیے دماغ کھپا دیتے تھے۔ اُنکی اس سعی جانکاہی اور طلب صادق کی حکایات سے دفتر کے دفتر مملو ہین اور کچھ حالت

یہ تھی کہ نہ کتاب میسر ہوتی تھی اور نہ تیل بتی کے لیے پیسہ پاس تھا نہ کوئی طعام ولباس کا متکفل تھا فاقوں مرتے تھے اور پتے چباتے تھے اور اساتذہ کی خوشامدین کرتے تھے اور کتابین اپنے ہاتھ سے نقل کرتے تھے اور علوم کی تحصیل کرتے تھے مین نے ثقات سے سُنا ہی کہ حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کے یہان بائیس۲۲ آدمی بخاری شریف مین شریک تھے اور صرف ایک نسخہ بخاری تھا نصف کا تھا سب نقل کرکے پڑھتے تھے غرض گوہر علم کے لیے بحر طلب مین ایسی غواصی کرتے تھے کہ اگر اُنکی حکایات آجکل کے طلبہ کے سامنے بیان کی جاوین تو یقین آنا تو کیا معنی شاید اُن کے محال ہونے کا دعوے کرین تو عجب نہین ۔ پھر اُن کو اس طلب صادق کا ثمرہ جو کچھ ملا وہ اس وقت سب دیکھ رہے ہین کہ کوئی فن ایسا نہین رہا جس مین اُن حضرات کا قدم صدق نہ ہو تفسیر حدیث فقہ اصول فقہ ۔ معانی ۔ بیان ۔ تصوف ۔ صرف و نحو ہر فن کو انتہا تک بلکہ آگے تک پہنچا دیا ۔ ہمکو تو مفت کی دولت مل گئی ۔ سچ یہ ہے کہ اگر وہ ایسی مشقت کرکے علوم و فنون کو مدون نہ فرماتے تو اس وقت جہل کی ظلمت سے عالم تاریک نظر آتا ۔

ایک اس وقت ہم لوگ ہین کہ ہمارے سامنے تحصیل علم کے سب سامان موجود ہین اساتذہ شفیق ۔ کتابین صاف خوشخط مزین محشی ۔ وظیفہ کھانا پکا پکا طیار ۔ رہنے کے لیے ایسے کمرے کہ بعضے رئیسون کو بھی میسر نہین ۔ غرض تمام اسباب تحصیل علم کے مہیا اور حالت ہماری یہ ہی کہ نہ کتاب کی طرف توجہ ہی نہ اساتذہ سے انس ہی نہ شوق ہی نہ طلب ہی نہ مطالعہ ہی نہ تکرار ہی شدہ رنگ طالبعلمی ہی ۔ کتابین ختم کر لیوینگے دستار فضیلت زیب سر ہو جاویگی لیکن استعداد کی یہ حالت ہی کہ املا تک صحیح نہین عبارت صحیح نہین پڑھ سکتے نبض اور نبضہ مین فرق نہین کر سکتے (الا ماشاء اللہ)

پھر ہماری اس بد استعدادی اور قابلیت کے جو ثمرات ہین وہ ناشایستہ ہین

کہ ایسے ایسے ثمرات جب ہمارے مدارس سے فارغ ہو کر نکلتے ہین تو اُن کو لیاقت و استعداد تو ہوتی نہین تدریس کی قوت نہین افتاء کا سلیقہ نہین یا تو وعظ گوئی کو اپنا پیشہ بناتے ہین اور اُس مین بھی غلطیان کرتے ہین اور یا کسی مسجد مین امام بنتے ہین اور اگر کہین تدریس کے لیے بھیجدیے گئے تو وہان بڑی آبروریزی ہوتی ہو ایسے ایسے نتائج کو دیکھکر عام لوگ کم عقل سمجھتے ہین کہ علم دین پڑھنے کا نتیجہ بس یہی ہو کہ یا تو وعظ کہکر پیٹ پالو یا کسی مسجد کی امامت سنبھالو اسلیے بعضے ارادہ کر لیتے ہین کہ ہم اپنی اولاد کو علم دین نہ پڑھادین گے اور اپنی ناحقیقت شناسی سے یہ نہین جانتے کہ یہ علم کا نتیجہ نہین ہو یہ طلبہ کی کم ہمتی کا ثمرہ ہے۔

اب مین اپنی عنان تقریر کا ان عوام کی طرف رُخ کرکے عرض کرتا ہون کہ ہم نے مان لیا کہ اس وقت علم کا یہی نتیجہ ہو لیکن بہت زور سے للکار کر دعوے کیا جاتا ہو کہ علم دین کی طرف ہر حالت مین خواہ اُس مین مشغول ہونے سے استعداد اور کمال حاصل ہو یا نہ ہو مائل ہونا اور برائے نام بھی اُسکی طلب ہونا بلکہ دائرہ کو وسیع کرکے کہا جاتا ہو کہ مدارس اسلامیہ مین بیکار رہکر رہنا لاکھون کروڑ درجہ انگریزی مین مشغول ہونے سے بہتر ہو اسلیے کہ گو لیاقت اور کمال نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو فاسد نہ ہونگے اہل علم سے محبت تو ہوگی اگر چہ کسی مسجد کی جاروب کشی ہی میسر ہو یہ مسجد کی جاروب کشی اُس انگریزی مین کمال حاصل کرنے اور ڈپٹی و بیرسٹر وغیرہ بننے سے کہ جس سے اپنے عقائد فاسد ہون اور ایمان مین تزلزل ہو اور رسول و صحابہ و بزرگان دین کی شان مین بے ادبی ہو جو کہ اس زمانہ مین انگریزی کا اکثری بلکہ لازمی نتیجہ ہو ایسا غنیمت ہو اور یہ ترجیح محب دین کے نزدیک تو بالکل واضح ہو ہان جس کو دین کے جانے کا غم نہ ہو وہ جو چاہے سو کہے۔ لیکن با این ہمہ اس فساد استعداد کی اصلاح کی اشد ضرورت ہو اسلیے کہ اسکے نتائج اچھے نہین ہو اور اگر اسکی اصلاح ہوگئی تو ایک عالم کی اصلاح ہو جائے گی اور پھر جسقدر علماء مدارس سے فارغ ہو کر نکلین گے

وہ دین کے سچے خادم ہونگے اور دین کی خدمت کرکے دکھائین گے۔
اسیلیے حضرات علمار کی خصوص جو حضرات شغل تدریس مین مشغول ہین انکی خدمت عالیہ مین عرض ہے کہ حضرات درحقیقت آپ اس وقت بڑا کام کررہے ہین اور جس طریق سے آپ درس دے رہے ہین فی الواقع طریق یہی ہے اور اسی طریقہ تدریس سے بڑے بڑے علمار پیدا ہوئے اور اب بھی اگرچہ قلیل ہی سہی مستعد پیدا ہوتے ہین لیکن اس زمانہ مین بوجہ کم توجہی طلبہ اور قوت فہم کے ضعیف ہوجانیکے یہ طریق تدریس کا کافی نہین ہے۔ آب ضرورت اس امر کی ہے کہ طریقہ تدریس مین ایسی ترمیم کی جاوے جس سے طلبہ کو استعداد ہو اور یقین ہے کہ آپ حضرات اس ضرورت کو محسوس کررہے ہون گے اور اُس طریقہ کا تجویز کرنا یہ آپ ہی حضرات کا کام ہے لیکن بقولے ربّ رمیۃٍ من غیر رام۔ وبمصداق ؎

گاہ باشد کہ کودکے نادان ‌ ‌ ‌ ‌ بغلط بر ہدف زند تیرے

یہ ناکارہ بھی کچھ عرض کرتا ہے شاید وہ صحیح ہو۔ وہ یہ ہے کہ اس بد استعدادی کے چند اسباب ہین۔ طلبہ کی کم توجہی یہ تو مشترک اور عام ہے۔ اور فہیم اور ہونہار بچون کا انگریزی مین مشغول ہونا اور ضعیف الفہم طلبہ کا عربی کی طرف توجہ کرنا۔ اور عربی کے فاضلون کی قدر نہ ہونا ان اسباب مذکورہ کے علاوہ ایک اور سبب ہے اور اُس کا تدارک مدرسین کے اختیار مین ہے اور اُسی کے بیان کرنے کے لیے یہ سطرین لکھی گئی ہین وہ بعنوان مختصر یہ ہے کہ طلبہ کی استعداد سے کام نہین لیاجاتا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ابتک تدریس کا طریق یہ ہے کہ طالبعلم اول عبارت پڑھتا ہے اس کے بعد مدرس اُس مقام کی شرح مع اُس کے مالہ وماعلیہ ومافیہ کے بیان کرتا ہے اس درمیان مین اگر کسی کو شبہ ہو وہ دریافت کرلیتا ہے مدرس جواب بتاتا ہے وبس۔ مدرسین اسکا قصد ہی نہین فرماتے ہین کہ طلبہ اس مقام کو سمجھ جاوین بعض کا مقصود تو مدرسہ کے وقت کا پورا کرنا ہوتا ہے اور بعض اپنی تقریر صاف کرنیکے لیے تقریر فرماتے ہین اور بعض اپنی اظہار لیاقت کے لیے صعوبت برداشت کرتے ہین

اور یہ خیال نہین فرماتے ہین کہ ہمنے جو اتنی دیر تک تقریر کی طلبہ کو اُس سے کیا آیا سمجھے یا نہین (الّا ما شاء اللہ)

اور یہی طریق ابتدائی کتب سے لیکر انتہا تک جاری رہتا ہی سو میرے نزدیک یہ طریق اس وقت مبتدیون بلکہ متوسطین کے لیے بالکل غیر نافع ہی البتہ یہ اُن طلبہ کے لیے نافع ہی جو کہ منتہی ہوکر فاضلانہ استعداد حاصل کر چکے ہین اور بڑے حضرات کے یہان مستفید ہو رہے ہین۔ اور مبتدیون کے لیے تو نہایت ہی مضر ہی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ قاعدہ عقلیہ ہی کہ جس قوت سے کام نہ لیا جاوے گا اُس قوت کو کبھی ترقی نہ ہوگی۔ دیکھ لیجیے جس انجن یا جس مشین سے کام نہ لیا جاوے وہ بیکار ہوجائیگی اسی طرح انسانی قویٰ کا حال ہی کہ جس قوت سے کام لیا جاویگا وہ قوت ترقی پذیر ہوگی اور جس قوت سے کام نہ لیا جاوے گا وہ رفتہ رفتہ سُست اور ضعیف ہوکر کالعدم ہو جائیگی وہذا ظاہر جدًا۔

اسی طرح قوت فہم کا حال ہی کہ جب اس سے کوئی کام لینے والا ہوگا تو اُسکو قوت ہوگی اور کتب درسیہ پڑھنے کی غایت بھی یہی ہی کہ ملکہ راسخہ اور استعداد کتب بینی و کتب فہمی کی حاصل ہو جائے یہ مقصود نہین ہی کہ تقاریر یاد ہو جاوین اساتذہ کی بتائی ہوئی تمام تقریرین نہ کسی کو یاد ہوئی ہین اور نہ ہو سکتی ہین پڑھتے پڑھتے ملکہ ہو جاتا ہی اور اُسی سے کام لیا جاتا ہی بلکہ ملکہ کاملہ کے پیدا ہو جانیکے بعد پھر تعلم کی ضرورت ہی باقی نہین رہتی۔

چونکہ طلبہ آجکل خود کم توجہ ہین اپنی طبائع پر زور نہین ڈالتے اور نہ اساتذہ کی طرف سے اسکی تاکید ہوتی ہی اسلیے اُنکی قوت فہم معطل ہوکر کمزور رہ جاتی ہی اور استعداد جس مرکز پر ہوتی ہی وہان ہی ٹھہر جاتی ہی گو برائے نام کتابین بھی ختم ہو جاوین اسلیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس طریق تدریس مین کچھ ترمیم کی جاوے اور وہ یہ ہی کہ طلبہ کی استعداد سے کام لیا جاوے خود اُن کو بلا ضرورت شدید امداد نہ دی جاوے جو مقام ایسا ہو کہ اُن کی استعداد سے باہر ہو اُس کی

تقریر تو خود کردی جایا کرے ورنہ خود اُن سے ہی تقریر کرائی جاوے۔ اور نیز ہر قاعدہ اور مسئلہ کے متعلق کثرت سے امثلہ مشقیہ دریافت کی جاوین تاکہ وہ قاعدہ خوب جاری ہو جاوے اور یہ طریق گو تمام درس مین مفید ہے لیکن ابتدائی کتب مین تو بہت ہی ضروری ہے اسلیے کہ مبتدیون کی حالت نہایت ردی دیکھی جاتی ہے اور جب ابتدا درست ہو جاتی ہے تو پھر اور کتب بھی سہل ہو جاتی ہین۔

ابطور تمثیل کے بعض بعض ابتدائی کتابون اور بعض متوسط کتب کے متعلق اس طریقہ کو مفصلاً عرض کرتا ہون۔ مثلاً میزان منشعب جب شروع ہون تو ایسا نہ کیا جاوے کہ سبق پڑھا دیا اور اُس کو حفظ سن لیا اس سے کچھ نہین ہوتا بلکہ سبق پڑھا کر اور یاد کرا کر اُسکے متعلق امثلہ مشقیہ کثرت دریافت کی جاوین۔ (۱) مثلاً ماضی کی بحث پڑھائی تو کم از کم تین سو چار سو مختلف صیغے ماضی کے دریافت کیے جاوین۔

(۲) اور مصادر دیکر اُن سے ماضی کے صیغے بنوائے جاوین۔

(۳) اور مصادر کے معنی بتا کر اُن کی ماضی کے صیغون کی اُردو دیدی جاوے کہ اُسکی عربی بنا دین۔

(۴) اگرچہ اس اجرا مین کئی روز صرف ہو جاوین بجائے سبق کے یہی کام ہونا چاہیے

(۵) اسی طرح جب دوسری بحث پڑھائی جاوے اُسکے متعلق بھی یہی عملدرآمد کیا جاوے جب تمام میزان اس طرح ختم ہو جاوے تو منشعب شروع کرائی جاوے اور منشعب کے مصادر کے میزان پر گردان کرائی جاوے اور مختلف صیغے بکثرت دریافت کیے جاوین اور نیز اُردو کے صیغے منشعب کے مصادر کے متعلق دیے جاوین تاکہ اُسکی عربی بنا دین۔

(۶) جب پنج گنج شروع ہو اُس مین بھی یہی قاعدہ جاری کیا جاوے یعنی جو تعلیل تغیر کے قواعد ہین ہر قاعدہ کی کم از کم سو سو مثالین اُنسے دریافت کیجاوین

(۷) اور مصادر دیگر اسکی گردان مع تعلیلات لکھوائی جاوے جب اس طور سے پنج گنج ختم ہو جاوے تو نحو میر شروع کرائی جاوے اور اُس کے اندر قواعد ذیل کا لحاظ رکھا جاوے۔

(۱) جسقدر سبق ہو اور اُس مین جو قواعد پڑھائے جاوین اُسکے متعلق چھوٹے چھوٹے جملے عربی کے دیکر اُردو ترجمہ مع ترکیب کرایا جاوے اور اُردو کے جملے دیکر عربی بنوائی جاوے ان دونون کے قسم کے جملون کے لغات منشعب کے مصادر ہونے چاہئین (۲) ان جملون کو حسب استعداد متعلم تدریجی تطویل دی جاوے حتی کہ نحومیر کے ختم پر طویل طویل سلیس عبارتین اُردو کی دیکر عربی بنوائی جاوے اور سلیس عربی کا اُردو ترجمہ کرایا جاوے۔ اس طور سے جب نحومیر ختم ہوگی تو شرح مائۃ عامل اور ہدایۃ النحو کی عبارت طالب علم خود صحیح پڑھے گا اور اگر کہین غلطی کرے تو بتلایا نہ جاوے اُسی سے خود قاعدہ پر جواب طلب کیا جاوے مثلاً طالب علم نے مرفوع کو منصوب پڑھا تو اُس سے پوچھا جاوے کہ منصوب کس وجہ سے پڑھا ہے یہ منصوبات کی کونسی قسم مین داخل ہے اگر منصوبات مین سے کسی کا نام بتائے مثلاً کہے مفعول بہ ہے یا مفعول فیہ ہے تو کہنا چاہیے کہ اسکی تعریف اسپر منطبق کردو۔ جب منطبق نہ کرسکے تو کہے سوچ کیا ہے اس طریق سے خود اُسی سے نکلوانا چاہیے سبق کے کم ہونے یا نہ ہونے کا ہرگز خیال نہ کرین اگرچہ کسی دن بالکل نہ ہو یا ہو تو کم ہو اور جماعت مین عبارت پڑھنے کا نمبر مقرر نہ کرین بلکہ جس سے دل چاہے پڑھوائین بلکہ ابتدائی کتب مین بہتر ہے کہ ایک روز کے سبق کا تجزیہ کرکے کئی طلبہ سے پڑھوائے چند روز مین انشاء اللہ استعداد ایسی ہوگی کہ کہین عبارت مین غلطی نکلیگی اور یہ دھبہ طلبہ سے دُھل جائیگا کہ ان کو عبارت تک صحیح پڑھنا نہین آتی یہ طریقہ تو تصحیح عبارت کا ہوا اس طریقہ کو تمام کتب کے اندر اجراء کی ضرورت نہ ہوگی صرف ابتدائی کتابین ہونگے جیسے ہدایۃ النحو۔ نفحۃ المصلی۔ قدوری۔ کافیہ

مرقات وغیرہ پہنچنے تک ضرورت پڑیگی بلکہ نحو میر کے اندر اگر قواعد مذکورۂ الاسمہ کا اجرا کیا تو عبارت میں بہت کم غلطی ہوگی اور اگر ہوگی تو وہ اس طریق کے اجرا سے مرتفع ہوجاویگی۔

اب تقریر مضمون کے متعلق عرض ہے کہ مضمون کے اندر یہ غور کرنا چاہیے کہ یہ مضمون کس قسم کا ہے آیا طالب علم جو عبارت پڑھتا ہے اس مضمون کو خود سمجھ سکتا ہے یا نہیں اگر خود سمجھ سکتا ہے تو اُس مضمون کی خود ہرگز تقریر نہ کرے طالب علم ہی سے تقریر کرائے اگر نہ کر سکے تو جماعت میں سے دوسرے سے کرائے اگر کوئی نہ کر سکے تو سمجھنا چاہیے کہ مطالعہ نہیں دیکھا یا سرسری دیکھا ہے اُس جماعت کو اُٹھا دے اور ہدایت کردے کہ مطالعہ دیکھکر پڑھو دو ایک مرتبہ جب ناغہ ہوگا تو طلبہ کو خود خیال ہوگا اور مطالعہ ضرور دیکھیں گے۔ اور جو مضمون ایسا دقیق ہے کہ طلبہ کی استعداد سے باہر ہے تو اُس مضمون کو نہایت سہل عنوان سے بلا رنگینی تقریر و استعارات وحشو و زوائد کے تقریر کرکے طالب علم سے ایک مرتبہ تقریر کرالے۔ اور جس فن کی کتاب بھی شروع ہو اُس میں تدریس کا یہی طریق جاری کرے اور اثنا مشقی بکثرت دریافت کرنا چاہیے مثلاً فن بلاغت جب شروع ہو تو ہر قاعدہ کے متعلق آیات قرآن مجید اور اشعار جاہلیت دیگر قواعد بلاغت اُن میں جاری کرائے جاویں قدما کی بلیغ عبارت دیکر اُسکی فصاحت و بلاغت دریافت کرے اور اُردو کی عبارت دیکر اُسکی عربی مع رعایت قواعد بلاغت بنوائے اسی طرح جب فقہ کی کوئی کتاب شروع ہو تو اُس کتاب کے مرتبہ کے موافق چھوٹے چھوٹے مسئلے دیے جاویں کہ بحوالہ کتب اُس کا جواب لکھیں علی ہذا منطق کے قواعد کا اجرا اسی طرح کرایا جاوے غرض جو فن شروع ہو اُسکو عملی طور سے جاری کرایا جاوے گو اُس میں مدت زیادہ لگے لیکن تساہل نہ کیا جاوے اور میرا خیال یہ ہے کہ ابتدا سے اگر یہ طریق جاری کیا جاوے تو استعداد کے بڑھنے کے ساتھ دلچسپی بڑھے گا اور توجہ میں

زیادتی ہوگی تو مدت بھی زیادہ صرف نہ ہوگی اور اس اجرار قواعد کے لیے
سبق سے علیحدہ مستقل وقت مقرر کرنا چاہیے اسکو بجائے ایک سبق کے سمجھنا چاہیے
لیکن اس مین دقّت یہ ہوگی کہ ہر مدرس پر یہ اطمینان نہین ہی کہ ان قواعد کو
جاری کرے اور امثلہ مشقی مجتمع ہین نہین اور خود اُس کو تلاش کرنے مین دقّت
ہوگی اسیلیے حضرات[1] مہتممین مدارس اس طرف اپنی توجہ مبذول فرماوین۔ کہ
چندہ کرکے ایسی کتب درسیہ طبع کراوین جن کے حواشی پر امثلہ مشقی بترتیب
حسن وباسلوب پاکیزہ لکھے جاوین اور اُن کتب کو درس مین داخل کرین پھر
خواہ مخواہ ہی مدرسین اس طریق سے پڑھانے پر مجبور ہونگے اور یہ کوئی مشکل
نہین ہی اسیلیے کہ دیکھا جاتا ہی کہ جو ضروری کام ہین اُن کے لیے چندے جمع
کیے ہی جاتے ہین میرے نزدیک وہ کام اس سے زیادہ ضروری نہین ہین
اسیلیے کہ یہ تو خود مقصود کا سبب قریب ہی اور دیگر امور زائدہ اگر نہ بھی ہون تو
چندان حرج نہین ہی اور اس وقت اس طریق کی نہایت شدید ضرورت ہی
اگر اس طریق کا اجرار نہ کیا گیا تو بہت جلدی وہ وقت دکھلائی دیتا ہی کہ علم گم
ہوجائیگا۔ اور اگر یہ عذر ہو کہ طلبہ کو اس سے وحشت ہوگی اور بھاگ جائینگے
اور مدارس خالی رہ جائین گے اول تو یہ محض خیال ہی خیال ہی میرا خیال تو یہ ہی
کہ طلبہ زیادہ آئین گے اور دوسرے یہ کہ جب بڑے بڑے مشہور مدارس مین
اس کا اجرار ہوگا تو طلبہ ہرگز نہ جائین گے۔
اور اس طریق سے استنکار کی کوئی وجہ نہین ایسی ایسی ترمیمات تو ہمیشہ ہوتی ہی
ہین دیکھیے سلف صالحین ومحدثین رحمہم اللہ کا طرز یہ تھا کہ شیخ خود پڑھتے تھے
اور تلامذہ سنتے تھے اُس وقت یہی نافع ہونے مین کافی تھا اسیلیے کہ وہ تلامذہ
خود عالم ہوتے تھے اُن کو اس امر کی ضرورت نہ تھی کہ خود پڑھین اسکے بعد جب

[1] خصوصًا حضرات دار العلوم دیوبند وارکین مدرسہ عالیہ سہارنپور ۱۲

استعداد مین وہ قوت نہ رہی اور یہ طریق ناکافی ہونے لگا تو علماء نے اس طرز کو بدل دیا کہ شیخ سے اور تلامذہ مین سے ایک شخص عبارت پڑھے اور پڑھنے کے لیے وہ منتخب ہوتا تھا جو عبارت جلدی پڑھ سکتا تھا ایک زمانہ تک یہی طرز رہا اسکے بعد پھر نمبر مقرر کیا گیا کہ نمبروار سب پڑھین پھر نمبروار پڑھنے مین یہ شبہ ہوا کہ جس کا نمبر ہوگا وہ مطالعہ دیکھے گا اور باقی نہ دیکھین گے اسلیے نمبر بھی بعض جگہ مقرر نہین رہا بلکہ اُستاد جس کو کہدے وہ پڑھے اور مطلب کی تقریر ہر حالت مین اُستاد کرے لیکن بوجہ ضعف استعداد و کم توجہی طلبہ یہ طریق بھی ناکافی ثابت ہوا کما مر مفصلاً۔ اسلیے اب اسکی ضرورت واقع ہوئی کہ عبارت بھی طالب علم پڑھے اور مقصود کی تقریر بھی وہ ہی کرے اور جو کچھ اُسکی تقریر مین کمی رہی اُسکو اُستاد پورا کردے یا مشکل مقام کی تقریر کردے چنانچہ مفصلاً اسکی ضرورت اوپر معلوم ہوچکی ہی اسلیے حسب تقتضاء ضرورت زمانہ اگر اس طریق کو جاری نہ کیا جاوے گا اور بدستور وہی طریق تدریس رہے گا تو علم کے گم ہوجانیکا احتمال ہی نہین بلکہ قریب یقین کے ہی۔

ای حضرات علماء و مدرسین آپ حضرات کے بلیغ توجہ کی سخت ضرورت ہی اسلیے آپ اس طرف توجہ فرماوین اور میرے ان بے سروپا جملون مین غور فرماوین یہ ناکارہ بوجہ کم علمی و بداستعدادی کے تحریراً یا تقریراً اپنے پورے مافی الضمیر ادا کرنے سے قاصر ہی لیکن اگر آپ ذرا غور فرماوین گے تو انشاء اللہ تعالی آپکی سمجھ مین آجاوے گا کہ فی الواقع اسکی سخت ضرورت ہی۔

یہ تمامتر تقریر تو استعداد کے متعلق تھی اب اخلاقی حیثیت سے جو تغیر طلبہ مین ہوا ہی وہ معروض ہی وہ یہ ہی کہ اخلاق کے اعتبار سے تغیرات تو بہت ہوئے ہین لیکن یہان صرف دو امر کا ذکر کیا جاتا ہی کہ جن کے تدارک کی نہایت ہی ضرورت ہی اول اُن مین سے بے ریش لڑکون کا فتنہ ہی جو مدارس مین بلائے عام کی طرح شائع ہی اسکے تدارک کی سخت ضرورت ہی اور اسکے بُرے نتائج محتاج بیان

نہیں ہیں اسکے لیے مدارس مین یہ انتظام ہونا ضروری ہی کہ دس دس یا بیس بیس لڑکون کے لیے ایک معمر متقی تنخواہ دار نگران مقرر کیا جاوے اور مندرجہ ذیل امور اُسکے متعلق ہونا چاہئیں۔

(۱) اُن کو کسی بڑے طالب علم سے نہ ملنے دے۔
(۲) نگران سے الگ ہوکر آپس مین بھی وہ ایک دوسرے سے باتین نہ کرین
(۳) اُن کے اندرونی حالات کی بخوبی نگرانی کرے۔
(۴) اُنکے نام جو خطوط آدین وہ دیکھکر اُن کو دے۔
(۵) اُن کے سر منڈاتا رہے۔
(۶) پان کھانے سے روکے۔
(۷) اُن کا لباس سادہ ہو گرچہ اُمرار کے بچون کا قیمتی ہو۔
(۸) نماز جماعت مین اُنکی حاضری کی فکر رکھے۔
(۹) اگر کہین تفریح کے لیے یا کسی ضرورت کے لیے بازار وغیرہ جائین تو خود اُن کے ساتھ رہے۔
(۱۰) اگر ان امور کے خلاف کرین تو مناسب سزا دے۔ وغیر ذالک

دوسرا تغیر نہایت قابل حسرت وافسوس ہی وہ یہ ہی کہ اس زمانہ مین نیچریت اور نئی روشنی کے اثر کی ایسی کثرت ہوئی جیسے آب وہوا کے فساد سے ہیضہ یا طاعون کی او۔ اس اثر سے بہت کم نفوس محفوظ رہے ہین اگرچہ اسی اثر سے چند روز قبل عام لوگون کے متاثر ہونے کا صدمہ تھا لیکن ابتک طلبہ وعلما اس سے بحمد اللہ محفوظ تھے اور اب بھی بہت سے بحمد اللہ محفوظ ہین لیکن اب چند روز نوعمر طلبہ مین یہ اثر معتد بہ درجہ مین آگیا ہی اس کا نہایت درجہ قلق ہی مین یہ نہین کہتا کہ خدانخواستہ انکے عقائد بھی اُن لوگون کے عقائد جیسے ہوگئے تو توبہ اللہ تعالی اس سے محفوظ رکھے میرا مقصود یہ ہی کہ وہ جو ایک سادہ رنگ خلوص کا طلبہ شائقین مین تھا جس سے اُن کو دیکھکر اُنکی طرف دل کو بے تنہا

کشش ہوتی تھی اور اگر کبھی عوام دنیاداروں کی جماعت میں کوئی طالب علم آجاتا تھا تو اُسکے بشرہ سے اور اُسکی وضع و انداز سے مترشح ہوجاتا تھا کہ یہ طالب العلم ہے اور یہ علم دین کی تحصیل میں مشغول ہے - افسوس ہے کہ یہ رنگ اب مفقود ہوتا جاتا ہے اور نیا رنگ طبائع مین پیدا ہوتا جاتا ہے وہ بے تکلفی اور سادگی رخصت ہوتی جاتی ہے بلکہ ہوگئی بعض کی وضع و انداز سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی بابو ہین ٹرکی ٹوپی سر پر ہے شیروانی پہنے ہوئے ہین جیب گھڑی لگی ہوئی ہے ان کو دیکھکر طالب علمی کا تعین تو کیا احتمال بھی نہین ہوتا معلوم ہوتا ہے کہ کہین کے رئیس ہین نہ چہرہ پر تقوے کے انوار ہین نہ آواز و لہجہ مین خشوع وخضوع کے آثار ہین اگر کسی سے بات کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی وکیل یا بیرسٹر گواہ عدالت سے جرح کر رہا ہے اگر عبارت تحریر کرین گے تو معلوم ہوتا ہے کہ تعزیرات ہند کے دفعات لکھ رہے ہین کتاب مین جی نہین لگاتے اخبارون اور پرچون مین بحیلہ خدمت دین مضامین لکھتے ہین مطالعہ و تکرار اسباق سے نفور ہین اور مناظرہ اور تقریر کے برجستہ کرنے کی فکر مین ہین ان مین بعض لوگ اسکی تاویل کرتے ہین کہ ضرورت زمانہ ان امور پر مجبور کرتی ہے کہ تحریر اور تقریر ایسی ہو کہ پسندیدہ اہل زبان ہو تاکہ اُن کو تبلیغ کرسکین مین اسکا مخالف نہین ہون واقعی اسکی تحصیل ضروری ہے لیکن اسکے اندر جو مفسدہ خفیہ ہے اُسکی اطلاع بھی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ تجربہ کی رو سے ایسی تقریر و تحریر حب جاہ پیدا کرنے والی ہے اور خلوص کے رنگ کو ملیامیٹ کردینے والی ہے اور قلوب مین ترقی مذموم کا مضمون جمادینے والی ہے اسکا لازمی نتیجہ ہے کہ طالب علمی - اخلاص اور سادگی قلب سے جداجدا ہوکر صرف عبارت آرائی اور دعوے ہی دعوے رہ جاتے ہین اسلیے میرے نزدیک عام طلبہ کو عموماً ایسی تقریر و تحریر سے اور نئی روشنی والون کے ساتھ افادہ کی غرض سے یا استفادہ کی نیت سے قطعاً روکا جاوے اور تبلیغ احکام اور مخالفین کے مضامین کو رد کرنیکے لیے منتہی طلبہ کی ایک جماعت کو منتخب کیا جاوے اور اول

اُن کو حضرات اہل اللہ کی خدمت میں بھیجا جاوے کہ چند روز وہاں رہکر اپنے
اخلاق کی درستی کریں اور خلوص کا کچھ حصہ حاصل کریں میرا مطلب یہ نہیں کہ
وہ صوفی بنیں یا ذکر کی ضربیں لگائیں مقصود یہ ہے کہ اُنکی صحبت میں رہیں
انشاء اللہ تعالیٰ اخلاص کا کچھ حصہ ضرور اُن کو ملے گا اور پہلے زمانہ میں اسکی
ضرورت تھی اسلیے کہ مخلصین کی کثرت تھی اور یہ نیا رنگ طبائع میں نہ تھا
لیکن اب ضرورت شدید ہے جب وہ ایک کافی مدت اُنکی خدمت سے
مستفید ہو جاویں اُس وقت اُن کو منصب مناظرہ تقریری یا تحریری پر متقرر
فرماویں اسکے بعد خواہ اُنکی تقریر و تحریر کسی طرز کی ہو مضر نہ ہوگی اور عام طلبہ
کو ایسی تقریرات و تحریرات سے قطعًا روکیں جو لوگ ایسی تقریر و تحریر
کے عادی ہو رہے ہیں وہ یاد رکھیں کہ اس تقریر و تحریر کا خاک اثر نہیں
صرف ایک شوکت اور بڑائی اُس کاتب و مقرر کی اس سے بعض
بیوقوفوں کے نزدیک ہو جاتی ہے باقی جو غایت ہے یعنی اصلاح وہ ہرگز
اس سے نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلے اللہ تعالےٰ علیٰ خیر
خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

کتبہ احقر محمد عبد اللہ عفی عنہ گنگوہی مہتمم مدرسہ
امداد العلوم تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

مواعظ حسنہ

حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی شاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی مدظلہ العالی کے اُن چار مواعظ کا مجموعہ جو آپنے موتمر الانصار میرٹھ اور شاہی مسجد مرادآباد مین فرمائے تھے عجیب و غریب نکات کا مجموعہ ہی چارون وعظ علیحدہ علیحدہ ہین جنپر ایک عمدہ ٹائیٹل پیج لگایا گیا ہے - قیمت ۴؍

ردِّ تناسخ

موتمر الانصار میرٹھ مین جو بیمثل تقریر ردِّ تناسخ پر حضرت مولانا مولوی سید محمد مرتضی حسن صاحب نے پڑھی تھی اور تنگیِ وقت سے پوری نہ پڑھی جا سکی تھی آب کتابی صورت مین چھپکر تیار ہو گئی ہے - قیمت ۴؍

الاسلام

یہ وہ بے نظیر تقریر ہی جو فضائل آب جناب مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی نے موتمر الانصار کے اول اجلاس منعقدہ مرادآباد مین اسلام پر فرمائی تھی جس مین فلسفیانہ اور عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہی کہ اگر دنیا مین کوئی مذہب سرچشمۂ نجات ہی تو وہ صرف اسلام ہی ہے - قیمت صرف ۴؍

النساء فی الاسلام

اسلام نے عورتون کا کیا درجہ مقرر کیا ہی ؟ اس مسئلہ کو عالیجناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ممبر کونسل ریاست بھاولپور کی یہ ایک نہایت معرکۃ الآرا اور زبردست تصنیف ہی جسمین فاضل مصنف نے اُن تمام اعتراضات کے جو مغربی مصنفین اسلامی تعلیم متعلقہ صنف نازک پر کیا کرتے ہین قرآنی احکامات سے محققانہ جواب دیئے ہین - قیمت ۸؍ (۸۰ ۰ ۱)

المشتہر منیجر ضیاء الاسلام و اخبار المشیر مرادآباد

۲۹۷۶

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔